سلسلہ تعلیماتِ اسلام 10

# بچوں کی پرورش
# اور
# والدین کا کردار

(رَحمِ مادر سے ایک سال کی عُمر تک)

اِفادات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

سلسلہ تعلیماتِ اسلام 10

# بچوں کی پرورش

# اور

# والدین کا کردار

(رَحمِ مادر سے ایک سال کی عُمر تک)

سلسلہ تعلیماتِ اسلام 10

# بچوں کی پرورش
# اور
# والدین کا کردار

(رَحمِ مادر سے ایک سال کی عُمر تک)

اِفادات

## شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتّبہ

مسز فریدہ سجاد

شعبہ دعوت، منہاج القرآن ویمن لیگ

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

اِفادات: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

| | | |
|---|---|---|
| مرتبہ | : | مسز فریدہ سجاد، مسز مصباح عثمان |
| زیرِ اہتمام | : | فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ - Research.com.pk |
| مطبع | : | منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور |
| اِشاعت نمبر 1 | : | جون 2017ء [1,100 - پاکستان] |
| قیمت | : | |

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی CDs/DVDs وغیرہ سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔
fmri@research.com.pk

بسم الله الرحمن الرحيم

مولاي صل وسلم دائماً أبداً

على حبيبك خير الخلق كلهم

محمد سيد الكونين والثقلين

والفريقين من عرب ومن عجم

اللهم صل على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

# فہرس


| صفحہ | سوالات | نمبر شمار |
|---|---|---|
| 21 | پیش لفظ | ۞ |
| 25 | 1. خاندان کی تعمیر میں زوجین کا کردار | |
| 27 | نکاح کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ | 1 |
| 29 | والدین کو کس عمر میں اپنی اولاد کا نکاح کر دینا چاہیے؟ | 2 |
| 30 | انتخابِ زوج کے لیے معیار کیا ہونا چاہیے؟ | 3 |
| 32 | انتخابِ زوجہ کے لیے معیار کیا ہونا چاہیے؟ | 4 |
| 33 | انتخابِ زوجین میں والد کا کیا کردار ہے؟ | 5 |
| 34 | انتخابِ زوجین میں والدہ کا کردار کیا ہونا چاہیے؟ | 6 |
| 35 | زوجین کے غلط انتخاب سے گھریلو سطح پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 7 |
| 37 | زوجین کے غلط انتخاب سے معاشرتی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 8 |
| 38 | خاندان کی تعمیر میں زوجین کی ہم آہنگی کیا کردار ادا کرتی ہے؟ | 9 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| 10 | زوجین کو درپیش گھریلو مسائل کس طرح حل کرنے چاہییں؟ | 39 |
| 11 | کن خصوصیات کا حامل شخص بہترین شوہر کہلاتا ہے؟ | 42 |
| 12 | کیا اہم اُمور میں شوہر کو اپنی بیوی سے مشاورت کرنی چاہیے؟ | 47 |
| 13 | شوہر اپنی کن عادات کی وجہ سے اِزدِواجی زندگی کا سکون برباد کرتا ہے؟ | 49 |
| 14 | کن خصوصیات کی حامل عورت مثالی زوجہ کہلاتی ہے؟ | 52 |
| 15 | بیوی کی کن عادات کی وجہ سے خوشگوار اِزدِواجی زندگی متاثر ہوتی ہے؟ | 57 |
| 16 | نیک و صالح اولاد کے حصول کے لیے زوجین کا انتخاب کن باتوں کا متقاضی ہے؟ | 58 |
| 17 | کیا اِسلام میں نکاح کا اَہم مقصد بقائے نسلِ آدم ہے؟ | 60 |
| 18 | زوجین کو اولاد کی آرزو کیوں ہوتی ہے؟ | 61 |
| 19 | کیا انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اولاد کی آرزو کی ہے؟ | 63 |
| 20 | اولاد والدین کے لیے کیسے دنیا و آخرت میں صدقہ جاریہ بنتی ہے؟ | 66 |

نمبر شمار | سوالات | صفحہ


| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| | 2. قبل اَز پیدائش بچے کے حقوق | 71 |
| 21 | اسلام نے بچے کے حقوق ادا کرنے کا حکم کب سے دیا ہے؟ | 73 |
| 22 | دورانِ حمل شوہر کا بیوی کے ساتھ سلوک کیسا ہونا چاہیے؟ | 78 |
| 23 | دورانِ حمل نیک اور صالح اولاد کے حصول کے لیے عورت کو کون سے اُمور سرانجام دینے چاہییں؟ | 79 |
| 24 | دورانِ حمل ماں کا مزاج اور اس کی مثبت اور منفی کیفیات بچے کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب کرتی ہیں؟ | 81 |
| 25 | دورانِ حمل متوازن غذا کھانے سے بچے کی جسمانی شخصیت پر کیا مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 82 |
| 26 | دورانِ حمل مضرِ صحت غذا کھانے سے بچے کی شخصیت پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 83 |
| 27 | دورانِ حمل رزقِ حلال کھانے سے روحانی طور پر بچے کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 84 |
| 28 | دورانِ حمل رزقِ حرام کھانے سے روحانی طور پر بچے کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 86 |
| 29 | دورانِ حمل عورت خود کو کیسے خوش رکھ سکتی ہے؟ | 87 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
| --- | --- | --- |


| | | |
| --- | --- | --- |
| 30 | دورانِ حمل عورت کا طبی معائنہ کروانا کیوں ضروری ہے؟ | 89 |
| 31 | دورانِ حمل عورت اپنے بچے کی سلامتی کا خیال کیسے رکھ سکتی ہے؟ | 91 |
| 32 | بچوں کی پیدائش میں وقفہ کیوں ضروری ہے؟ | 92 |
| 33 | فیملی پلاننگ اور اِسقاطِ حمل میں کیا فرق ہے؟ | 92 |
| 34 | بچے کے اَعضاء بننے کے بعد اِسقاطِ حمل کی سزا کیا ہے؟ | 92 |
| | 3. بعد از پیدائش بچے کے حقوق | 95 |
| 35 | اولاد کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا کیسا ہے؟ | 97 |
| 36 | کیا بچے کی پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان دینا مسنون عمل ہے؟ | 98 |
| 37 | بچے کے کان میں اذان کب اور کس سے دلوائی جائے؟ | 99 |
| 38 | کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کے کان میں اذان کہی؟ | 99 |
| 39 | بچے کے کان میں اذان دینے کا طریقہ کیا ہے؟ | 100 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| 40 | پیدائش کے موقع پر بچے کے کان میں اذان و اقامت کہنے کی حکمت کیا ہے؟ | 100 |
| 41 | تحنیک (گھٹی دینا) کسے کہتے ہیں؟ | 102 |
| 42 | کیا تحنیک سنتِ رسول ﷺ ہے؟ | 103 |
| 43 | تحنیک جسمانی اور روحانی لحاظ سے بچے پر کیا اثرات مرتب کرتی ہے؟ | 104 |
| 44 | بچے کا نام کب رکھا جائے؟ | 106 |
| 45 | نومولود کا نام رکھنے کا حق کس کا ہے؟ | 107 |
| 46 | بچے کا نام کیسا رکھنا چاہیے؟ | 108 |
| 47 | کیا بچے کا نام حضور نبی اکرم ﷺ کے نام پر رکھنا جائز ہے؟ | 110 |
| 48 | کیا بچے کا نام حضور ﷺ کی کنیت پر بھی رکھا جا سکتا ہے؟ | 112 |
| 49 | کیا اچھے اور برے نام بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ | 112 |
| 50 | کیا بچے کا نام رکھ کر تبدیل کیا جاسکتا ہے؟ | 115 |
| 51 | کیا شریعت میں نام بگاڑنے کی ممانعت آئی ہے؟ | 116 |
| 52 | شریعت کی رُو سے نومولود کے سر سے بال کب اُتارے جائیں؟ | 116 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| 53 | کیا نومولود کے بالوں کے وزن کے مطابق صدقہ کرنا ضروری ہے؟ | 117 |
| 54 | عقیقہ کسے کہتے ہیں اور شرعاً عقیقہ کب کرنا چاہیے؟ | 118 |
| 55 | کیا عقیقہ کے دن ہی بچے کے سر کے بال اُتروانا ضروری ہیں؟ | 120 |
| 56 | لڑکی اور لڑکے کے عقیقہ میں کیا فرق ہے؟ | 120 |
| 57 | اگر والدین کی مالی حالت مستحکم نہ ہو تو کیا صاحبِ استطاعت اولاد خود اپنا عقیقہ کرسکتی ہے؟ | 121 |
| 58 | عقیقہ کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کیا ہے؟ | 121 |
| 59 | کیا بچے کا ختنہ کروانا ضروری ہے اور شرعاً بچے کا ختنہ کب کروایا جائے؟ | 121 |
| 60 | نظرِ بد کی حقیقت کیا ہے؟ | 123 |
| 61 | اگر بچے کو نظرِ بد لگ جائے تو کیا اُسے دم کرنا جائز ہے؟ | 124 |
| 62 | بچے کو نظرِ بد سے بچانے کا طریقہ کیا ہے؟ | 126 |
| 63 | نومولود بچوں کی وفات پر صبر کرنے کا اجر کیسا ہے؟ | 128 |
| 64 | کیا فوت شدہ بچہ وراثت کا حق دار ہوگا؟ | 130 |
| 65 | بیٹی کی پیدائش پر خوشی منانا کیسا ہے؟ | 131 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| 66 | بیٹیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کرنے والے کو حضور ﷺ نے کیا بشارت دی ہے؟ | 133 |
| 67 | کیا گزشتہ اَدوار کی طرح آج بھی بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے؟ | 136 |
| 68 | بیٹی کی پیدائش میں عورت کس حد تک قصور وار ہے؟ | 138 |
| 69 | شریعت میں لے پالک کے احکامات کیا ہیں؟ | 140 |
| 70 | اگر کوئی جان بوجھ کر حقیقی باپ کی بجائے منہ بولے باپ کی طرف اپنی نسبت کرے تو اس کے لیے کیا وعید ہے؟ | 142 |
| | **4. اَولاد کی پرورش میں والدہ کا کردار** | **145** |
| 71 | بچے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسین تحفہ کیا ہے؟ | 147 |
| 72 | اچھی ماں بننے کے تقاضے کیا ہیں؟ | 150 |
| 73 | بچوں کی کردار سازی میں والدہ کے کردار کی اہمیت کیا ہے؟ | 153 |
| 74 | بچوں کی پرورش کی خاطر دوسری شادی نہ کرنے والی عورت کے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟ | 154 |
| 75 | اسلامی نقطہ نگاہ سے مدر فیڈ کے بچے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 156 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| 76 | بچے کی مدت رضاعت کتنی ہے؟ | 158 |
| 77 | طبی نقطہ نگاہ سے ماں کا دودھ بچے کے لیے کیوں ضروری ہے؟ | 160 |
| 78 | بچے کو دودھ پلانا ماں کی صحت پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟ | 161 |
| 79 | اپنے بچوں کو دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے کیا اجر ہے؟ | 162 |
| 80 | شیر خوار بچے کو ٹھوس غذا کب شروع کروائی جائے؟ | 163 |
| 81 | ناقص غذا بچوں کی صحت پر کیا اثرات مرتب کرتی ہے؟ | 163 |
| 82 | بچے کی جسمانی نگہداشت میں والدہ کا کردار کیا ہے؟ | 164 |
| 83 | کیا چوسنی کا استعمال بچوں کی صحت کے لیے مضر ہے؟ | 166 |
| 84 | فیڈر بچوں کی صحت کے لیے کیوں نقصان دہ ہے؟ | 166 |
| 85 | بچہ انگوٹھا کیوں چوستا ہے؟ | 167 |
| 86 | بچے کا انگوٹھا چوسنا اس کی صحت کے لیے کیسا ہے؟ | 168 |
| 87 | والدہ شیر خوار بچے کو انگوٹھا چوسنے سے کیسے باز رکھ سکتی ہے؟ | 168 |
| 88 | بچوں کی صفائی کا خیال کیسے رکھا جائے؟ | 169 |
| 89 | نوزائیدہ بچوں کو نہلاتے وقت کن باتوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے؟ | 170 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| 90 | بچوں کو گرمی اور سردی سے کیسے بچایا جاسکتا ہے؟ | 171 |
| 91 | شیر خوار بچوں کے رونے کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟ | 172 |
| 92 | نوزائیدہ بچے ہچکی کیوں لیتے ہیں اور اس کا تدارک کیسے کیا جاسکتا ہے؟ | 176 |
| 93 | کون سی عادات بچوں کے لیے نقصان دہ ہیں؟ | 177 |
| 94 | جب بچہ بولنا شروع کرے تو اس کو سب سے پہلے کون سا لفظ سکھانا چاہیے؟ | 180 |
| 95 | بچوں کو پہلا کلمہ سکھانے کی فضیلت کیا ہے؟ | 181 |
| 96 | حضور نبی اکرم ﷺ نے بچپن میں سب سے پہلے کون سا کلمہ ادا فرمایا؟ | 181 |
| | **5. اَولاد کی پرورش میں والد کا کردار** | 185 |
| 97 | اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم نعمت کون سی ہے؟ | 187 |
| 98 | کفالت سے کیا مراد ہے؟ | 189 |
| 99 | اولاد کی کفالت کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟ | 189 |
| 100 | بچوں کی کفالت میں والد کے فرائض کیا ہیں؟ | 192 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| 101 | جو والد بچوں کی کفالت نہیں کرتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ | 192 |
| 102 | اولاد پر خرچ کرنے کی فضیلت کیا ہے؟ | 194 |
| 103 | کس عمل سے روزِ قیامت والد کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکے گا؟ | 196 |
| 104 | والد کا بچوں پر ناجائز دباؤ کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟ | 196 |
| 105 | والد بچوں کے لیے گھر کا ماحول کیسے خوش گوار بنا سکتا ہے؟ | 197 |
| 106 | والد بچوں کو اپنے ساتھ کیسے مانوس کر سکتا ہے؟ | 199 |
| 107 | حضور نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ تربیتِ اولاد میں کس طرح والد کی رہنمائی فرماتا ہے؟ | 201 |
| 108 | اگر کسی بچے کی ماں دودھ پلانے سے معذور ہو تو ایسی صورت میں رضاعی ماں کا معاوضہ کس کے ذمہ ہوگا؟ | 205 |
| 109 | کیا رضاعی ماں کا شوہر بچے کے والد کے قائم مقام ہو سکتا ہے؟ | 206 |
| | 6. بچوں کی پرورش میں والدین کا کردار | 209 |
| 110 | پرورشِ اولاد کسے کہتے ہیں؟ | 211 |

| صفحہ | سوالات | نمبر شمار |
|---|---|---|
| 211 | بچوں کی شخصیت پر والدین کی پیشہ ورانہ مصروفیات کیا اثرات مرتب کرتی ہیں؟ | 111 |
| 212 | والدین کے باہمی لڑائی جھگڑوں سے بچوں پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ | 112 |
| 213 | کیا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے؟ | 113 |
| 214 | بچوں کی پرورش میں اِرد گرد کا ماحول کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟ | 114 |
| 214 | والدین گھر کو بچوں کے لیے کیسے محفوظ بنا سکتے ہیں؟ | 115 |
| 216 | والدین کون سا ابتدائی طبی امداد کا سامان گھر میں رکھیں؟ | 116 |
| 217 | کیا بچوں کی صحت اور جسمانی نشو ونما کے لیے حفاظتی ٹیکے لگوانا ضروری ہے؟ | 117 |
| 218 | نومولود بچوں کی بیماری کی صورت میں اینٹی بائیوٹک ادویات کا استعمال کیسا ہے؟ | 118 |
| 219 | اینٹی بائیوٹک ادویات کے انتخاب یا استعمال میں والدین اور ڈاکٹروں کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟ | 119 |
| 220 | ادویات کا بے جا استعمال یا بالکل نظر انداز کر دینا کیسا ہے؟ | 120 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| 121 | معذوری کیا ہے؟ | 221 |
| 122 | معذوری کے اسباب کیا ہیں؟ | 221 |
| 123 | معذوری کے اسباب کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟ | 222 |
| 124 | مادر زاد معذوری کسے کہتے ہیں؟ | 224 |
| 125 | پیدائشی معذوری کسے کہتے ہیں؟ | 225 |
| 126 | بعد از پیدائش معذوری کیا ہوتی ہے؟ | 225 |
| 127 | بچوں میں معذوری کتنی اقسام کی ہوتی ہے؟ | 225 |
| 128 | معذور بچوں کے ساتھ والدین کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟ | 227 |
| 129 | معذور بچوں کے حوالے سے خاندان اور معاشرے کی ذمہ داری کیا ہے؟ | 227 |
| | **7. وِلادت سے ایک سال تک کے بچے کا جائزہ** | **229** |
| 130 | پیدائش سے دو ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟ | 231 |
| 131 | دو سے چار ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟ | 232 |
| 132 | چار سے چھ ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟ | 234 |

| صفحہ | سوالات | نمبر شمار |
|---|---|---|


| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| 133 | چار سے چھ ماہ کے دوران کون سے دو اُمور خصوصی توجہ کے حامل ہوتے ہیں؟ | 235 |
| 134 | چھ سے آٹھ ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟ | 238 |
| 135 | بچے کی ذہانت کے بنیادی ارتقاء کا آغاز کس دور میں ہوتا ہے؟ | 239 |
| 136 | بچے کی ذہنی صلاحیتوں کی نشو ونما کے لیے کون سے اِقدامات کرنے چاہییں؟ | 241 |
| 137 | آٹھ ماہ کے بچے کی نگہداشت کے حوالے سے والدین کو کون سی مشکلات پیش آتی ہیں؟ | 242 |
| 138 | آٹھ سے بارہ ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟ | 244 |
| 139 | بچوں میں موٹاپا کیسے رونما ہوتا ہے؟ | 246 |
| 140 | ایک سال تک کے بچوں کو موٹاپے سے کیسے روکا جائے؟ | 247 |
| 141 | بچہ کس عمر میں چلنا سیکھتا ہے؟ | 248 |
| 142 | پیدائش سے ایک سال کے بچے کے حفاظتی ٹیکوں کا شیڈول کیا ہوتا ہے؟ | 249 |
| 143 | ایک سال تک کے بچوں کی نفسیات کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ | 250 |
| 144 | ایک سال تک کے بچے دیر سے کیوں بولتے ہیں؟ | 252 |

| نمبر شمار | سوالات | صفحہ |
|---|---|---|
| 145 | چار ماہ سے ایک سال کے بچوں کو کھانے کی طرف کیسے راغب کیا جائے؟ | 252 |
| 146 | ایک سال کے بچوں کا لباس کیسا ہونا چاہیے؟ | 254 |
| 147 | پیدائش سے ایک سال کے بچے کی نشو و نما کے تناسب کا سرسری جائزہ کیا ہے؟ | 255 |
| 148 | پیدائش سے ایک سال کے بچے عموماً کن بیماریوں سے دوچار ہوتے ہیں اور ان کا علاج کیسے ممکن ہے؟ | 257 |
| 149 | ایک سال کے بچے کی نگہداشت کے لیے والدین کو کون سی احتیاطی تدابیر کرنی چاہییں؟ | 259 |
| 150 | ایک سال تک کے بچے ضدی کیوں ہوتے ہیں؟ | 261 |
| ۞ | مصادر و مراجع | 263 |

# پیش لفظ

کسی بھی نئی شے کو دیکھ کر تجسس پیدا ہونا انسانی فطرت ہے۔ بچہ جیسے ہی اس عالمِ رنگ و بو میں آنکھ کھولتا ہے تو اس کے مشاہدے کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ ابتدائی طور پر وہ روشنی اور اندھیرے کے درمیان فرق کرنا سیکھتا ہے۔ آغوشِ مادر دنیا کی پہلی درس گاہ ہے۔ جو نومولود کے سطحِ ذہن پر اِبتدائی نقش و نگار مرتسم کرتی ہے۔

نیک اولاد اگر دنیا میں نام و نسل کو زندہ رکھنے کا باعث ہے تو آخرت کے لیے صدقۂ جاریہ ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی زندگی میں اِس کی پرورش کرنے، اسے خطرات سے بچانے اور زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے سخت محنت کرنا پڑتی ہے۔ یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ ہمارے ہاں والدین اپنی اولاد کی تربیت کے امور سے بخوبی واقف نہیں۔ خصوصاً ان کے ابتدائی ایام میں ان کی ضروریات کا خیال تو رکھتے ہیں، مگر تربیت کی جانب قابلِ قدر توجہ نہیں دیتے۔

تحریکِ منہاج القرآن اس صدی کی تجدیدی تحریک ہے، جو وقت کے تقاضوں سے بھی بخوبی آگاہ ہے۔ وہ چاہے عالمی حالات کا منظر نامہ ہو یا قومی سطح پر یزیدی نظام کے خلاف حسینی کردار کی سرانجام دہی ہو، تحریک منہاج القرآن نے ہر سطح پر اپنا تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ اسی حوالے سے وہ نسلِ نو کی اسلام کے حقیقی اصولوں کی روشنی میں تربیت کا فریضہ بھی سرانجام دے رہی ہے۔ اس ضمن میں 'بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت اور والدین کا کردار' کے عنوان سے سلسلہ تعلیماتِ اسلام کی کتب پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔ اسی سلسلے کا دسواں سنگِ میل 'رحمِ مادر سے ایک سال کی عمر تک' کے بچوں کی

نگہداشت اور تربیت کے حوالے سے ہے۔ اس تصنیف کو سات مختلف ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اس کتاب کے ابتدائی باب میں سب سے پہلے خاندان کی تعمیر میں زوجین کے کردار کو موضوع بنایا گیا ہے۔ دوسرے باب کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے کہ اولاد کی طرف سے والدین پر ذمہ داریاں کب سے شروع ہوتی ہیں۔ اس حوالے سے بتایا گیا ہے کہ بچے کی تخلیق کے ابتدائی مرحلے سے صرف ماں ہی نہیں بلکہ باپ پر بھی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ تیسرے باب کا موضوع بچے کو پیدائش کے بعد ملنے والے حقوق ہیں۔ چوتھے باب میں ماں کے کردار کو تفصیل سے تحریر کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں اولاد کی پرورش میں باپ کے کردار پر گفت گو کی گئی ہے۔ اس پر مستزاد والد کے رویے اور گھر کے ماحول کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں بچوں کی نگہداشت میں والدین کے کردار کی اہمیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس میں والدین کے وہ اعمال جو بچوں کی پرورش پر اثر انداز ہوتے ہیں، انہیں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ساتویں اور آخری باب میں بچے کی پیدائش سے لے کر ایک سال تک کی عمر کا ایک تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس دوران بچے کے مختلف مدارج اور مختلف عادات کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے۔ اس دورانیے میں بچوں کی ذہانت کے بنیادی ارتقا کے درجے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ نیز پہلے سال کے دوران بچے کی نفسیات اور درپیش جسمانی، نفسیاتی اور ذہنی مسائل اور ان کے حل کو بھی تحریر کیا گیا ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے افادات پر مشتمل یہ کتاب اپنی اہمیت کے لحاظ سے ایک عظیم کاوش ہے۔ اس علمی مساعی کو عام فہم بنانے کے لیے سلسلہ تعلیماتِ اِسلام میں رائج سوالاً جواباً انداز اپنایا گیا ہے۔ اس طرح عام قاری بھی بچے کی ولادت اور بعد از پیدائش پہلے سال کے دوران درپیش آنے والے مسائل کو آسانی سے حل کرے گا۔

وہ اَپنے بچے کی تعلیم و تربیت کو اِسلامی اُصولوں پر اُستوار کرکے اسے مستقبل میں ایک عظیم انسان بنانے کی داغ بیل رکھ سکتا ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ عمارت بھلے فلک بوس ہی کیوں نہ ہو لیکن تحفظ اُسے بنیاد ہی فراہم کرتی ہے۔ بچوں پر ابتداء سے ہی بھرپور توجہ کے ساتھ صحیح تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے تو عملی زندگی میں ان کے کامیاب و کامران، نیک، صالح اور متقی و پرہیزگار بننے کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ بلاشبہ اپنی اَہمیت و نوعیت کے لحاظ سے یہ کتاب فرید ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ (FMRi) کی خواتین اسکالرز - محترمہ مسز فریدہ سجاد اور مسز مصباح عثمان - کی جانب سے نہایت وقیع کاوش ہے۔ علاوہ ازیں اس کارِ خیر میں طیبہ کوثر نے بھی مفید معاونت کے فرائض سرانجام دیے ہیں۔

اَیسی کتب ہر گھر کی زینت ہونی چاہییں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نسلِ نو کو اِسلامی تعلیمات سے روشناس ہونے اور اَپنے آپ کو نبوی اُسوہ میں ڈھلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ)

(محمد فاروق رانا)
ڈپٹی ڈائریکٹر (رِیسرچ)
فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

# I

# خاندان کی تعمیر میں زوجین کا کردار

☆ اِس موضوع پر تفصیلی مطالعے کے لیے ہماری کتاب 'سلسلہ تعلیماتِ اِسلام (9): نکاح اور طلاق' ملاحظہ فرمائیں۔

## سوال ۱: نکاح کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟

**جواب:** نکاح کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ عاقل و بالغ لڑکے اور لڑکی کی رضامندی سے گواہان کی موجودگی میں نکاح سرانجام دیا جائے کیوں کہ ازدواجی بندھن میں جہاں مرد کی ذاتی رائے اور پسند و ناپسند شامل ہوتی ہے وہیں اسلام نے عورت کو بھی اپنی پسند سے نکاح کرنے کا حق دیا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی نہ کی جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

**قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ. قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَسْكُتَ.** (1)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری لڑکی (بالغہ) کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کنواری کی اجازت کیسے معلوم ہوتی ہے؟

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب النكاح، باب لا ينكح الأب وغيره البكر والثيب إلا برضاها، ۵: ۱۹۷۴، رقم: ۴۸۴۳

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب النكاح، باب استئذان الثيب في النكاح بالنطق والبكر بالسكوت، ۲: ۱۰۳۶، رقم: ۱۴۱۹

فرمایا: اُس کا خاموش رہنا (اجازت ہے)۔

شریعت کے مقرر کردہ اُصول وضوابط کے مطابق یتیم لڑکی یا مطلقہ عورت کو بھی نکاح کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ.(۱)

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔

۲۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًاج فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○(۲)

اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق

---

(۱) البقرة، ۲:۲۳۲

(۲) البقرة، ۲:۲۳۴

میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔

۳۔ اسی طرح سورۃ النور میں بھی ارشاد ہوتا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ. [۱]

اور تم اپنے مردوں اور عورتوں میں سے ان کا نکاح کر دیا کرو جو بغیر ازدواجی زندگی کے (رہ رہے) ہوں۔

## سوال 2: والدین کو کس عمر میں اپنی اولاد کا نکاح کر دینا چاہیے؟

**جواب:** اگر کوئی خاص رکاوٹ نہیں ہے تو والدین کو اپنی اولاد - بیٹا ہو یا بیٹی - کی شادی بالغ ہو جانے کے بعد جلد کر دینی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحسِنِ إِسْمَهُ وَأَدِّبْهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ، فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى أَبِيهِ. [۲]

جس کے ہاں کوئی اولاد ہو تو اُسے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے آداب سکھائے۔ پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔ اگر اولاد بالغ ہوئی اور اُس نے اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے

---

(۱) النور، ۲۴: ۳۲

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۴۰۱، رقم: ۸۶۶۶
۲۔ خطیب تبریزی، مشکاۃ المصابیح، ۲: ۹۳۹، رقم: ۳۱۳۸
۳۔ دمیاطی، إعانۃ الطالبین، ۳: ۲۵۴

کوئی گناہ کر لیا تو باپ ہی پر اُس کا گناہ ہو گا۔

مندرجہ بالا حدیث مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد کا اچھا نام رکھنا، انہیں آداب سکھانا اور بروقت شادی کر دینا اولاد کے حقوق اور والدین کے فرائض میں سے ہے۔

## سوال 3: انتخابِ زوج کے لیے معیار کیا ہونا چاہیے؟

**جواب:** اِنتخابِ زوج کے لیے معیار یہ ہونا چاہیے کہ مرد دین دار، بااخلاق، وسیع النظر اور اہلِ خانہ کو نیکی کی رغبت دلانے والا، رزقِ حلال کمانے والا اور اپنے خاندان (بیوی اور بچوں) کی کفالت کا اہل ہو۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ. فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ. وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ. فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.** (1)

اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کر لے کیوں کہ نکاح سے نظر نہیں بھٹکتی اور شرم گاہ محفوظ رہتی ہے، اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے کیوں کہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں۔

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تافت نفسه إليه، ۲:۱۰۱۹، رقم:۱۴۰۰

علاوہ ازیں مرد کو حلیم الطبع، بہادر، خوش خلق، عورت سے بھلائی کرنے والا، اچھے کاموں سے محبت کرنے والا خصوصاً بیوی کے اچھے کاموں پر دل کھول کر داد دینے والا، احسان کرنے والا، ظلم و تشدد سے پرہیز کرنے والا اور معاملاتِ زندگی میں بہترین منظّم اور معاشی لحاظ سے خود کفیل ہونا چاہیے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ. ...... وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ.** (۱)

لوگو! تم عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیوں کہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی اَمان میں لیا ہے، سو تم نے اللہ تعالیٰ کے کلمہ (نکاح) سے ان کی شرم گاہوں کو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔ ......تم پر اُن کا یہ حق ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق اُن کو اچھی خوراک اور اچھا لباس فراہم کیا کرو۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب حجة النبي ﷺ، ۲: ۸۹۰، رقم:۱۲۱۸

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب المناسك، باب صفة حج النبي ﷺ، ۲:۱۸۵، رقم:۱۹۰۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب المناسك، باب حجة رسول الله ﷺ، ۲:۱۰۲۵، رقم:۳۰۷۴

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۹:۲۵۷، رقم:۳۹۴۴

## سوال 4: انتخابِ زوجہ کے لیے معیار کیا ہونا چاہیے؟

**جواب:** شوہر کی طرح زوجہ کے انتخاب کے لیے بھی ضروری ہے کہ عورت نیک، بااخلاق، صالح اور دینی شعور و آگہی رکھنے والی ہو تاکہ دینی اقدار کا تحفظ آئندہ نسلوں میں منتقل کرنا ممکن ہو سکے۔

۱۔ حضرت جابر ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**إِنَّ الْمَرْأَةَ تُنْكَحُ عَلٰى دِيْنِهَا وَمَالِهَا وَجَمَالِهَا، فَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ.** (۱)

عورت سے اس کے دین، مال اور جمال کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے۔ لیکن تم دین دار عورت سے نکاح کرنے کو ترجیح دینا۔

۲۔ ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ.** (۲)

عورت سے چار باتوں کے سبب نکاح کیا جاتا ہے: (۱) اس کے مال کی

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب النکاح، باب ما جاء أن المرأة تنکح علی ثلاث خصال، ۲: ۳۹۶، رقم:۱۰۸۶

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب النکاح، باب الأکفاء في الدین، ۵: ۱۹۵۸، رقم: ۴۸۰۲

وجہ سے، (۲) اس کے نسب کی وجہ سے، (۳) اس کے حسن کی وجہ سے اور (۴) اس کے دین کی وجہ سے۔ لیکن تجھے چاہیے کہ تو دین دار عورت کو حاصل کرے۔

دین دار سے مراد ہے کہ دین پر قائم رہنے والی اور دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والی عورت جو ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ دینِ اسلام کی سب سے بڑی خوبی حسنِ اخلاق ہے۔ چنانچہ عورت کے حسن سے مراد صرف ظاہری حسن و خوب صورتی نہیں بلکہ حسنِ اخلاق، حسنِ کردار اور حسنِ گفتار بھی ہے۔

## سوال 5: انتخابِ زوجین میں والد کا کیا کردار ہے؟

**جواب:** اِنتخابِ زوجین میں والد کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے کیوں کہ وہ گھر کا سربراہ اور اپنے خاندان کا معاشی کفیل بھی ہوتا ہے اور ان کی بہترین تربیت بھی اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ وہ اپنے اہل و عیال کی تربیت و پرورش کے بارے میں روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوگا، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

اَلرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.[۱]

آدمی اپنے اہل و عیال کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت (یعنی اہل و عیال اور زیرِ کفالت افراد) سے متعلق سوال کیا جائے گا۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، ۱: ۳۰۴، رقم: ۸۵۳

لہٰذا والد کو چاہیے کہ وہ اپنی فہم و فراست، عمر بھر کے ذاتی تجربہ اور اپنی اولاد کی قابلیت و اہلیت اور طبعی میلانات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے بیٹے یا بیٹی کے رشتے کے انتخاب میں دل چسپی لے۔ عام طور پر مرد اس قسم کے معاملات کو کلیتاً خواتین کے سپرد کر دیتے ہیں اور شادی کے لیے صرف مالی انتظام و انصرام کو ہی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں جبکہ دینِ اسلام اولاد کے لیے بہترین رشتے کے انتخاب میں ماں اور باپ دونوں پر یکساں ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ اس لیے والد کو چاہیے کہ اولاد کے لیے شریکِ حیات کا انتخاب باہمی مشاورت سے کرے۔ ایسا رشتہ منتخب کرے جو نیک سیرت، مہذب، بااخلاق اور شریعت اسلامی کا پابند ہو۔ داماد کے لیے ایسے فرد کا چناؤ کرے جو عورت کا احترام کرنے والا، احسان کرنے والا، اسلامی شعار کو اپنانے والا اور معاشی لحاظ سے خود کفیل ہو اور بہو کے لیے ایسی لڑکی کا انتخاب کرے جو شرم وحیا کی پیکر، اسلامی تعلیمات کی روح کو سمجھنے والی، نیک سیرت اور اچھے نسب کی مالک ہو۔

## سوال 6: انتخابِ زوجین میں والدہ کا کردار کیا ہونا چاہیے؟

**جواب:** اِنتخابِ زوجین میں والدہ کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ یہ بدیہی اَمر ہے کہ اولاد کا باپ کے مقابلہ میں ماں سے تعلق عام طور پر زیادہ گہرا اور شدید ہوتا ہے۔ اسی تعلق کی بناء پر مرد کے مقابلے میں زیادہ تر ماں یا بہن ہی اِنتخابِ زوجین میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ آج کل کی مائیں داماد میں دین داری، حسنِ خلق اور کردار دیکھنے کی بجائے مال و دولت اور دنیا کی بڑائی دیکھتی ہیں۔ یہ نہیں سوچتیں کہ اگر لڑکے میں دین داری نہیں ہے تو وہ لڑکی کو بھی دین

پر چلنے نہیں دے گا، بے پردگی کو اہمیت دی جائے گی کیوں کہ بیٹی جس گھر میں جا رہی ہے وہاں تو فرائض ترک ہوں گے۔ اس طرح دین کو پس پشت ڈال کر مال و دولت، کوٹھی، بنگلہ کو ترجیح دینے سے دنیا تو شاید آرام سے گزر جائے مگر آخرت برباد ہو جائے گی۔ اسی طرح مائیں بہو کے انتخاب میں بھی حد درجہ خوب صورتی اور مال و دولت کو دیکھتی ہیں اور دین کی پرواہ نہیں کرتیں جس کے نتیجہ میں اکثر بہو کے آتے ہی گھر کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ چونکہ ماں ہی وہ عظیم ہستی ہے جو اپنے بچوں کی نفسیات، پسند و ناپسند، قابلیت و اہلیت اور طبعی میلانات کا زیادہ علم رکھتی ہے۔ لہٰذا ہر ماں کو اپنے لیے داماد یا بہو کے انتخاب میں اولاد کی خواہش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر اس پہلو کا خیال رکھنا چاہیے جو ایک اچھے اور مثالی خاندان کو جنم دے سکے۔

## سوال 7: زوجین کے غلط انتخاب سے گھریلو سطح پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** زوجین کے غلط انتخاب سے گھریلو سطح پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اِنسانی زندگی میں اِنتخابِ زوجین جس قدر اَہمیت کا حامل ہے شاید ہی کوئی اور پہلو اس قدر اہم ہو کیوں کہ یہ سب سے زیادہ انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ انتخاب اچھا ہو تو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن انتخاب غلط ہو تو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور گھروں میں فساد اور لڑائی جھگڑے جنم لیتے ہیں۔ نتیجتاً ازدواجی زندگی پیچیدہ اور مسائل سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں ہمیں اپنے معاشرے میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آئے روز مختلف النوع خبریں پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پڑھنے، سننے

اور دیکھنے کو ملتی ہیں، جن کی بنیادی وجہ غلط انتخابِ زوجین ہوتا ہے اور اولاد کی ازدواجی زندگی میں مسائل اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔

علاوہ ازیں گھریلو سطح پر جو منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

۱۔ زوجین کے درمیان جذبہ محبت و مودّت پیدا نہیں ہو پاتا جو اس رشتے کے استحکام کا ذریعہ ہے۔

۲۔ گھروں کا آرام وسکون اور راحت تباہ ہو جاتی ہے۔

۳۔ ہر روز نئے فسادات اور لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔

۴۔ بچے ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۵۔ بچوں کی تعلیم وتربیت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۶۔ بعض دفعہ حالات کی پیچیدگیوں کی وجہ سے نوبت علیحدگی تک آ جاتی ہے۔

۷۔ دو خاندانوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

۸۔ گھروں میں اسلامی ماحول پیدا نہیں ہوسکتا اور ازدواجی زندگی کے متعلق اسلام کا جو فلسفہ ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔

۹۔ زیادہ تر لڑائی جھگڑوں میں خواتین تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

الغرض ان گنت ایسی قباحتیں ہیں جو غلط انتخابِ زوجین کی وجہ سے پیش آتی ہیں اور گھریلو زندگی پر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔ اس سے نہ صرف خاندان تباہ و

برباد ہوتا ہے بلکہ معاشرہ بھی ترقی کی راہ میں پیچھے رہ جاتا ہے۔

## سوال 8: زوجین کے غلط انتخاب سے معاشرتی سطح پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** نکاح کا مقصد انسان کے لیے آرام وسکون کا ایک مستقل ذریعہ فراہم کرنا ہے تاکہ اس کے نتیجے میں ایک ایسے خاندان کی بنیاد رکھی جائے جس میں باہمی مودت، قلبی محبت، جذباتی ہم آہنگی اور یک جہتی ہو۔

نکاح کا عمل صرف اسی صورت میں راحت وسکون کا باعث بن سکتا ہے جب انتخابِ زوجین کا عمل اسلامی تعلیمات کے مطابق درست کیا جائے۔ غلط انتخاب زوجین کے نفسیاتی و معاشرتی سطح پر بے شمار نقصانات جنم لیتے ہیں جن کا شکار بالخصوص نئی نسل ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والے بچے احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں، ان کی قوتِ فیصلہ ختم ہوجاتی ہے اور وہ خود اعتمادی کی دولت سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ حتی کہ والدین سے بھی اپنی ضروریات کا تذکرہ نہیں کر پاتے۔ ان کی طبیعتوں میں اس قدر چڑچڑا پن آجاتا ہے کہ وہ بات بات پر بگڑ جاتے ہیں، کسی مثبت کام میں بھی کسی کی مدد لینا اور نصیحت قبول کرنا گوارا نہیں کرتے۔ ایسے بچے زندگی کے میدان میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں، ان کے اندر ہر وقت جذباتی کشمکش رہتی ہے۔ ان کی ذہنی سطح اِس قدر مفلوج ہو جاتی ہے کہ ذہن نشو ونما نہیں پاسکتا اور وہ تعلیم، کھیل الغرض زندگی کے ہر میدان میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایسے بچے اپنے دین سے بھی دور ہو جاتے ہیں اور نفسیاتی مسائل کا شکار یہی

بچے بڑے ہو کر معاشرے پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ تعمیری کاموں کی بجائے تخریبی کارروائیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ سگریٹ نوشی، نشہ بازی، جھوٹ، فریب، ڈاکہ زنی حتیٰ کہ قتل و غارت گری کی عادات میں بھی گرفتار ہو جاتے ہیں۔ الغرض اس قسم کے افراد معاشرے میں بے شمار اخلاقی برائیوں کا سبب بنتے ہیں اور معاشرتی ترقی میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انتخابِ زوجین کے وقت اسلامی تعلیمات کو مدِنظر رکھا جائے۔

## سوال ۹: خاندان کی تعمیر میں زوجین کی ہم آہنگی کیا کردار ادا کرتی ہے؟

**جواب:** خاندان کی تعمیر میں زوجین کی ہم آہنگی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ایک مکمل معاشرے کے قیام کا آغاز گھر سے ہوتا ہے جو خاندان سے تشکیل پاتا ہے۔ خاندان کی تعمیر و اِستحکام زوجین کے مابین محبت و مودت، اُلفت و رحمت اور ایثار بھرے تعلق سے وجود میں آتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةًؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝[1]

اور یہ (بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کی طرف سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی، بے شک اس (نظامِ تخلیق) میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۝

---

(۱) الروم، ۳۰: ۲۱

باہمی ہم آہنگی سے رشتہ داروں، دوستوں اور دیگر افراد کی ازدواجی زندگی میں مداخلت کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں اور میاں بیوی اپنے تنازعات اور اختلافات کو خود تک محدود رکھتے ہوئے خود ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یوں ایک دوسرے کو تنقید و مذمت کا نشانہ بنائے بغیر مسائل حل ہو جاتے ہیں اور محبت و چاہت، سکون اور طمانیت کے باعث ازدواجی زندگی مزید خوبصورت اور شاندار ہو جاتی ہے۔ معاشی مسائل اور اُمور کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔اس طرح وہ اپنی معاشی ضروریات اور صورت حال سے آگاہ رہتے ہوئے دوسروں کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

خاندان کی تعمیر و اِستحکام کے لیے میاں بیوی دونوں قربانیاں دیتے ہیں مگر ان قربانیوں کی صورتیں جداگانہ اور نوعیت مختلف ہوتی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے کام کی تعریف و توصیف کرتے ہیں اور اسے سراہتے ہیں جس سے نہ صرف ازدواجی زندگی میں محبت بڑھتی ہے بلکہ خاندان کی بنیادیں بھی مستحکم ہوتی ہیں۔

## سوال ۱۰: زوجین کو درپیش گھریلو مسائل کس طرح حل کرنے چاہییں؟

**جواب:** زوجین کو درپیش گھریلو مسائل معاملہ فہمی اور نہایت سمجھ داری کے ساتھ قرآن و حدیث اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں حل کرنے چاہییں۔ ذیل میں کچھ طریقے دیے جا رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر زوجین کو گھریلو مسائل حل کرنے میں کافی حد تک معاونت مل سکتی ہے:

۱۔ کئی معاملات معمولی قسم کے ہوتے ہیں لیکن زوجین کی ضد اور ہٹ دھرمی

کی وجہ سے سنگین ہو جاتے ہیں۔ اِس سے گھر کا سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ ایسے مواقع پر انہیں ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھ کر باہمی حسن و سلوک اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے کیوں کہ انسان کے اچھے سلوک کے سب سے پہلے حق دار اس کے گھر والے ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ.** (1)

مؤمنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے لوگ وہ ہیں جن کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں اور وہ اپنے گھر والوں سے سب سے زیادہ نرمی وشفقت سے پیش آتے ہیں۔

۲۔ ایک دوسرے کے جذبات و اِحساسات کا بھرپور خیال رکھنا چاہیے۔ بسا اوقات شوہر زندگی میں مختلف مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے؛ مثلاً مالی حالات خراب ہونا، روزگار کے حوالے سے پریشانی یا کسی رشتے دار سے اَن بن ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت حال میں بیوی کو چاہیے کہ وہ شوہر کا ساتھ دے، اس کی غم گُساری کرے اور گھریلو اخراجات کے حوالے سے شکوہ و شکایت کی بجائے صبر و تحمل اور برداشت سے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۴۷، الرقم: ۲۴۲۵۰،
۲۔ ترمذي، السنن، کتاب الإیمان، باب ما جاء في استکمال الإیمان وزیادته ونقصانه، ۵:۹، الرقم: ۲۶۱۲،
۳۔ نسائي، السنن الکبری، ۵:۳۶۴، الرقم: ۹۱۵۴
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱:۱۱۹، الرقم: ۱۷۳

کام لے۔ اِسی طرح اگر بیوی کو کسی قسم کے ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑے تو شوہر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کی ڈھارس بندھائے اور ہر ممکن طریقے سے اسے خوش رکھے۔ ایسے حالات میں حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کی زندگی زوجین کے لیے بہترین اسوۂ حسنہ ہے۔

۳۔ زوجین کو ایک دوسرے کے والدین اور رِشتہ داروں کا خیال رکھنا چاہیے۔ والدین کی خدمت اور عزت لگن سے کریں۔ ان کی دل جوئی کریں اور ان سے نرمی سے بات کریں کیوں کہ اسلام میں ہر عمر رسیدہ اور معذور کے تندرست اور جوان پر حقوق ہیں۔ اس پر بے شمار احادیث شاہد و عادل ہیں۔ جس نے جوانی میں بوڑھوں کی عزت کی، بڑھاپے میں جوان اس کی عزت کریں گے۔ اس خدمت و احترام یا نگرانی کا احسان ایک دوسرے پر نہ جتائیں بلکہ خالصتاً اللہ کی رضا اور خوش نودی کے لیے یہ سب کچھ کریں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى.[1]

اے ایمان والو! اپنے صدقات (بعد ازاں) احسان جتا کر اور دُکھ دے کر برباد نہ کرلیا کرو۔

۴۔ گھریلو مسائل میں سے ایک مسئلہ بچوں کو بھرپور توجہ اور تربیت نہ دینے کا ہے۔ وقت کی کمی، دفتری مصروفیات اور الیکٹرانک میڈیا کی بہتات نے والدین اور اولاد میں رابطے اور تربیت کا فقدان پیدا کر دیا ہے جس کا قصور وار زوجین ایک دوسرے کو ٹھہراتے ہیں۔ جب کہ ذمہ داری دونوں پر یکساں عائد ہوتی ہے۔ اس کی

(۱) البقرة، ۲: ۲۶۴

عمدہ مثال حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سے بھی ملتی ہے۔ جب آپ ﷺ نے تبلیغ دین کا آغاز کیا تو اس عظیم فرض کی ادائیگی میں بھی اپنی دو تین سالہ کمسن اور معصوم صاحبزادی سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو نظر انداز نہیں کیا اور تربیتی نقطہ نگاہ سے انہیں اپنے ہمراہ رکھا۔ اس لیے والدین کو بھی اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں بچوں کی تعلیم و تربیت سے غفلت نہیں برتنی چاہیے اور اوائل عمر سے ہی بچوں کے بہترین مستقبل کے لیے پلاننگ کرنی چاہیے تاکہ زندگی کے کسی موڑ پر کوئی مشکل درپیش ہو تو جرات و ہمت کے ساتھ اس کا سامنا کرکے اس سے نبرد آزما ہوتے ہوئے پریشانی سے بچا جاسکے۔

## سوال ۱۱: کن خصوصیات کا حامل شخص بہترین شوہر کہلاتا ہے؟

**جواب:** شوہر گھر کا سربراہ ہوتا ہے۔ گھریلو زندگی کو خوش گوار اور متوازن رکھنے کے لیے درج ذیل خصوصیات کا حامل شخص بہترین شوہر کہلاتا ہے:

### ا۔ کفالت

اَہل و عیال کے کھانے پینے، لباس اور رہائش کا خرچ اٹھانے والا ہو۔ اسلام میں مرد کو قوّام اور کما کر خرچ کرنے والا کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ.[1]

مرد عورتوں پر محافظ و منتظِم ہیں۔

(۱) النساء، ۴: ۳۴

بیوی کی کفالت میں اس کی سکونت، خوراک اور لباس وغیرہ کی فراہمی شامل ہے۔ حضرت معاویہ بن حیدہ ﷛ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوْهَا إِذَا اكْتَسَبْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ.(۱)

جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم خود پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اُسے برے لفظ نہ بولو (یعنی برے ناموں سے نہ پکارو اور گالم گلوچ نہ کرو) اور (اگر کبھی انتہائی ناگزیر ہو تو) اسے (تادیباً) خود سے عارضی طور پر الگ نہ کرو مگر گھر کے اندر ہی۔

## ۲۔ حسنِ سلوک

شوہر کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بیوی پر ظلم و زیادتی کرنے والا اور مارنے پیٹنے والا نہ ہو بلکہ اس کا رویہ بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک اور انتہائی اچھے

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴:۴۴۷، رقم:۲۰۰۲۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵:۳، رقم:۲۰۰۳۶

۳۔ أبو داؤد، السنن، كتاب النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، ۲:۲۴۴، رقم:۲۱۴۲

۴۔ نسائي، السنن الكبرى، ۵:۳۷۳، رقم:۹۱۷۱

۵۔ عبد الرزاق، المصنف، ۷:۱۴۸، رقم:۱۲۵۸۳

۶۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۹:۴۲۷، رقم:۱۰۳۸

اَخلاق پر مبنی ہو۔ ایسے شخص کو حدیث مبارک میں بہترین شخص کہا گیا ہے۔

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي.(۱)

تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِكُمْ.(۲)

اَہلِ ایمان میں سے کامل تر مؤمن وہ ہے جو اُن میں سے بہترین اَخلاق کا مالک ہے اور تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے (اخلاق

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب المناقب، باب فضل أزواج النبي ﷺ، ۵: ۷۰۹، رقم: ۳۸۹۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء، ۱: ۶۳۶، رقم: ۱۹۷۷

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۹: ۴۸۴، رقم: ۴۱۷۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۷۲، رقم: ۱۰۱۱۰

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الرضاع، باب ما جاء في حق المرأة على زوجها، ۳: ۴۶۶، رقم: ۱۱۶۲

۳۔ دارمي، السنن، ۲: ۴۱۵، رقم: ۲۷۹۲

۴۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۴۳، رقم: ۲

اور برتاؤ میں) بہترین ہیں۔

۳۔ ایک روایت میں اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

**مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ امْرَأَةً لَهُ وَلَا خَادِمًا قَطُّ، وَلَا ضَرَبَ بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ.**(۱)

رسول اللہ ﷺ نے کبھی نہ اپنی کسی زوجہ کو مارا اور نہ ہی کسی خادم کو اور آپ ﷺ نے کبھی اپنے دستِ مبارک سے کسی کو ضرب تک نہیں لگائی۔

## ۳۔حقوق کی پاس داری

اچھا شوہر وہ ہے جو بیوی کے حقوق کی پاس داری کرنے والا ہو۔حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی سے یہی رہنمائی ملتی ہے۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے مگر میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے (میرے لیے کیا حکم ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

**ارْجِعْ. فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ.**(۲)

(۱) ۱۔ نسائي، السنن الكبرى، كتاب عشرة النساء، باب ضرب الرجل لزوجته، ۵: ۳۷۱، رقم: ۹۱۶۵
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب النكاح، باب ضرب النساء، ۱: ۶۳۸، رقم: ۱۹۸۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب كتابة الإمام الناس، ۳: ۱۱۱۴، رقم: ۲۸۹۶

تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو (کہ اُس کا بھی تم پر حق واجب ہے)۔

## ۴۔ گھریلو اُمور میں معاونت

بہترین شوہر وہ ہے جو گھریلو اُمور میں بیوی کی معاونت کرے اور اس کا ہاتھ بٹائے۔ ایسا کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ حضرت اَسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: حضور نبی اکرم ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

كَانَ يَكُوْنُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ، تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.(۱)

آپ ﷺ اپنے اہلِ خانہ کے کاموں میں معاونت میں مشغول رہتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

---

........ ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره، ۲: ۹۷۸، رقم: ۱۳۴۱

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأذان، باب من كان في حاجة أهله فأقيمت الصلاة فخرج، ۱: ۲۳۹، رقم: ۶۴۴

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب النفقات، باب خدمة الرجل في أهله، ۵: ۲۰۵۲، رقم: ۵۰۴۸

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۹، رقم: ۲۴۲۷۲

۴۔ ترمذي، السنن، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع، باب: (۴۵) منه، ۴: ۶۵۴، رقم: ۲۴۸۹

## ۵۔ پردہ پوشی

اچھا شوہر وہ ہے جو بیوی کی کوتاہیوں اور خامیوں سے صرفِ نظر اور اس کی پردہ پوشی کرنے والا ہو۔ قرآن حکیم نے عورت اور مرد کے تعلقات کو ایک نہایت لطیف مثال کے ذریعے یوں بیان کیا ہے:

**هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ.** (۱)

وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔

جیسے لباس کا کام ستر ڈھانپنا اور جسمانی عیوب کو چھپانا ہوتا ہے، اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کی پردہ پوشی کرتے اور ایک دوسرے کی خامیوں سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔

### سوال 12: کیا اہم اُمور میں شوہر کو اپنی بیوی سے مشاورت کرنی چاہیے؟

**جواب:** جی ہاں! اہم امور میں شوہر کو اپنی بیوی سے مشاورت ضرور کرنی چاہیے۔ اس سے زوجین میں باہمی محبت اور اعتماد کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ اَہم معاملات میں اپنی اَزواجِ مطہرات سے مشاورت کیا کرتے تھے۔

۱۔ آغازِ نبوت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار اس کی واضح نظیر ہے۔ جب پہلی وحی کا نزول ہوا اور آپ ﷺ غارِ حراء سے اپنی قیام گاہ تشریف لائے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا:

---

(۱) البقرة، ۲: ۱۸۷

كَـلَّا، وَاللهِ، مَا يُخْزِيْكَ اللهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِى الضَّيْفَ، وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ. (۱)

بخدا! ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رُسوا نہیں کرے گا کیوں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آمدہ مصائب و آلام (کو خندہ پیشانی سے) برداشت کرتے ہیں۔

۲۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفارِ مکہ سے معاہدہ کے بعد ظاہری صورتِ حال کے پیشِ نظر مغموم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر عمرہ کیے جب انہیں قربانی کرنے اور بال کٹوانے کا حکم فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قیام گاہ میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا:

يَا نَبِيَّ اللهِ، أَتُحِبُّ ذٰلِكَ، اخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً، حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ، وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ. (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي ---، ۱: ۴، رقم: ۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱: ۱۴۱، رقم: ۱۶۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد، والمصالحة مع اهل الحرب، وکتابة الشروط، ۲: ۹۷۸، رقم: ۲۵۸۱ ←

اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے حسبِ حکم قربانی کریں اور سر منڈوائیں؟ (تو پھر) آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور ان میں سے کسی سے بھی گفتگو نہ کریں بلکہ اپنی قربانی کا جانور ذبح فرمائیں اور حجام کو بلائیں تاکہ وہ آپ ﷺ کے بال کاٹے۔

اس پر آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے کسی سے کلام نہ فرمایا۔ قربانی کا جانور ذبح کیا اور حجام کو بلایا جس نے آپ ﷺ کے بال کاٹے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ منظر دیکھا تو وہ بھی اِتباعِ رسول ﷺ میں کھڑے ہوگئے اور اپنے اپنے جانوروں کی قربانی کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال بنانے لگے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ کا سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کرنا صائبۃ الرائے خواتین سے مشاورت کا اصول بیان کرتا ہے۔[1]

## سوال 13: شوہر اپنی کن عادات کی وجہ سے اِزدِواجی زندگی کا سکون برباد کرتا ہے؟

**جواب:** شوہر اپنی درج ذیل عادات کی وجہ سے اِزدِواجی زندگی کا سکون برباد کرتا ہے۔

۱۔ بیوی کو کوئی اَہمیت نہ دینا اور اُسے نظر انداز کرنا، بیوی کو ستانا، طعن و تشنیع

........ ۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱:۲۲۵، رقم:۴۸۷۲

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵:۳۴۰، رقم:۹۷۲۰

۴۔ طبری، تاریخ الامم و الملوک، ۲:۶۳۷

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶:۲۷۵

کرنا اور گالیاں دینا، ظلم و زیادتی کرنا، اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھنا اور اپنے اَہل وعیال پر خرچ کرنے میں بخل سے کام لینا۔

۲۔ شوہر کا ہر وقت بیوی کو یہ کہتے رہنا کہ تم خوبصورت نہیں۔ تم میں فلاں نقص ہے، فلاں خامی ہے وغیرہ؛ اس لیے میں دوسری شادی کر لوں گا؛ یا بیوی کے سر پر ہر وقت طلاق کی تلوار لٹکائے رکھنا اور ذرا سی بات ہو تو دھمکی دینا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا، طلاق دے دوں گا وغیرہ۔ حالاں کہ طلاق اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال اُمور میں ناپسندیدہ ترین شے ہے اور یہ اِختیار صرف اُسی وقت استعمال کیا جانا چاہیے جب زوجین کا کسی بھی صورت نکاح برقرار رکھنا ممکن نہیں رہتا۔

۳۔ بیوی کی کسی غلطی و کوتاہی پر دوسروں کے سامنے اُس کی تذلیل کر کے اُس کی عزتِ نفس کو مجروح کرنا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**مَا أَكْرَمَ النِّسَاءَ إِلَّا كَرِيمٌ وَلَا أَهَانَهُنَّ إِلَّا لَئِيمٌ.** (۱)

سوائے برگزیدہ اور عزت والے شخص کے بیویوں کی عزت کوئی نہیں کرتا اور سوائے ذلیل و کمینے شخص کے کوئی ان کی اِہانت نہیں کرتا۔

۴۔ شوہر کا بیوی پر ناجائز پابندیاں عائد کرنے، اس کے کام میں نکتہ چینی کرنے اور ہر وقت شک کی نظر سے دیکھنے یا بیوی پر الزامات لگانے یا دوسروں کی

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۱۳: ۳۱۳

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۱۶: ۱۵۵، رقم: ۴۴۹۴۳

وجہ سے اپنی بیوی سے جھگڑا کرنے سے بھی خانگی سکون تباہ ہوجاتا ہے۔قرآن حکیم میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

**وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَo**(1)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو تم انہیں (سزائے قذف کے طور پر) اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکردار ہیںo

۵۔ جب بیوی مسکراتے چہرے کے ساتھ خاوند کا استقبال کرتی ہے تو شوہر اسے توجہ دینے کی بجائے زندگی کے آلام و مصائب پر بات شروع کر دیتا ہے جس سے اس کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اگر یہی صورتِ حال لمبے عرصے تک برقرار رہے تو گھر کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔

۶۔ بیوی کے والدین اور عزیز و اَقارب کو اچھا نہ سمجھنا اور ان سے بے اعتنائی برتنا بھی گھریلو ناچاقی کا سبب بنتا ہے۔

درج بالا اُمور شوہر کی وہ بری عادات ہیں جن کی وجہ سے بیوی عدمِ تحفظ اور اِحساس کمتری کا شکار رہتی ہے۔ انہی عادات کی وجہ سے اِزدِواجی زندگی کا سکون برباد ہوتا ہے اور گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کی تربیت کے اُمور نظر انداز ہو

---

(۱) النور، ۲۴:۴

جاتے ہیں۔

## سوال 14: کن خصوصیات کی حامل عورت مثالی زوجہ کہلاتی ہے؟

**جواب:** درج ذیل صفات کی حامل عورت مثالی زوجہ کہلاتی ہے:

### ا۔ عزت و آبرو کی حفاظت

شوہر کی غیر موجودگی میں اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی بیویوں کے اَوصاف قرآنِ حکیم میں یوں بیان فرمائے ہیں:

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللهُ.[1]

پس نیک بیویاں اِطاعت شعار ہوتی ہیں شوہروں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: اُدْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ.[2]

---

(۱) النساء، ۴:۳۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۹۱، رقم:۱۶۶۱

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۴۷۱، رقم:۴۱۶۳

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸:۳۴۰، رقم:۸۸۰۵

۴۔ سخاوی، البلدانیات:۱۶۱، رقم:۲۵

جس عورت نے پنج گانہ فرض نمازوں کی ادائیگی کی، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کی اور اپنے شوہر کی فرماں بردار رہی تو اُس سے کہا جائے گا: تم جنت کے جس دروازے سے بھی چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

## ۲۔ شوہر کی خوش نودی

بیوی شوہر کی رضا و خوش نودی کا خیال رکھنے والی اور قولاً وفعلاً اپنے خاوند کو خوش رکھنے کی کوشش کرنے والی ہو، کیوں کہ شوہر کی رضا میں ہی بیوی کی بھلائی ہے۔ اگر خاوند راضی ہوگیا اور بیوی اسی حال میں فوت ہوگئی تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ.(۱)

جس عورت نے اس حالت میں وفات پائی کہ اس کا خاوند اس (کی فرماں

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج على المرأة، ۳:۴۶۶، رقم: ۱۱۶۱
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، ۱:۵۹۵، رقم: ۱۸۵۴
۳۔ أبو يعلى، المسند، ۱۲: ۳۳۱، رقم: ۶۹۰۳
۴۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۱۹۱، رقم: ۷۳۲۸
۵۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۳: ۵۵۷، رقم: ۱۷۱۲۳

برداری کے باعث اُس) سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

## ۳۔ حسنِ اَخلاق

بیوی اپنے مزاج و طبیعت میں خوش خلق، خدمت گزار، محبت و مودت اور طہارت و نفاست کا پیکر ہو اور زیب و زینت کے لحاظ سے گھر میں شوہر کو ایسی نظر آئے کہ شوہر کو اسے دیکھتے ہی قلبی مسرت اور راحت ملے اور اس کا رُجحان کبھی گناہ کی طرف نہ جانے پائے۔ گویا اسے اپنی طرف ایسا راغب رکھے کہ وہ کسی اور کی طرف رغبت کا سوچ بھی نہ سکے۔

شوہر دن بھر کی مصروفیات کے بعد جب گھر واپس پہنچے تو بیوی مسکراتے چہرے سے اس کا استقبال کرے تاکہ اُس کی ساری تکان دور ہوجائے اور گھر آنا اس کے لیے راحت وسکون کا باعث بنے۔ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

**مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ، إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ، وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ.** (۱)

اللہ کے تقویٰ کے بعد مومن کو نیک بیوی سے زیادہ کسی بھی چیز سے فائدہ

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب النكاح، باب أفضل النساء، ۱:۵۹۶، رقم:۱۸۵۷
۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸:۲۲۲، رقم: ۷۸۸۱
۳۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۴۳:۲۸۰

نہیں ہوا، اگر وہ اُسے حکم دے تو وہ اپنے خاوند کی اطاعت کرے، اگر اُس کی جانب دیکھے تو وہ اِسے خوش کرے، اگر وہ اس پر بھروسہ کر کے کوئی قسم کھالے تو وہ اسے پورا کرے اور اگر شوہر کہیں چلا جائے تو بیوی اُس کی عدم موجودگی میں اپنی جان (عزت و آبرو) اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

## ۴۔ تقویٰ و پرہیزگاری

بیوی پرہیزگار اور دینی شعور و آگہی رکھنے والی ہو کیوں کہ ایسی عورت کو حدیث مبارک میں دنیا کی بہترین متاع قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ.**(۱)

دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ، وَمِنْ شِقْوَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ. مِنْ سَعَادَةِ**

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الرضاع، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، ۲:۱۰۹۰، رقم: ۱۴۶۷

۲۔ أحمد، المسند، ۲:۱۶۸، رقم: ۶۵۶۷

۳۔ نسائي، السنن، كتاب النكاح، باب المرأة الصالحة، ۶:۶۹، رقم: ۳۲۳۲

۴۔ أبو عوانة، المسند، ۳:۱۴۳، رقم: ۴۵۰۴۔

ابْنِ آدَمَ: الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ وَالْمَسْكَنُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الصَّالِحُ، وَمِنْ شِقْوَةِ ابْنِ آدَمَ: الْمَرْأَةُ السُّوءُ وَالْمَسْكَنُ السُّوْءُ وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ.(1)

(دنیا میں) ابنِ آدم کی خوش بختی کی تین چیزیں ہیں اور بدبختی کی بھی تین چیزیں ہیں۔ ابنِ آدم کی خوش بختی میں سے یہ ہیں: نیک بیوی، اچھا گھر اور اچھی سواری۔ اور اس کی بدبختی میں سے یہ (تین) چیزیں ہیں: بدخو بیوی، بُرا گھر (جس میں وہ زندگی کی بنیادی سہولتوں سے بھی محروم ہو) اور بُری سواری (جو اس کی ضرورت کو بروقت پورا نہ کر سکے اور اس کے لیے پریشانی کا باعث بنتی رہے)۔

## ۵۔ حقوق کی پاس داری

شوہر کے حقوق کی پاس داری اور اس کا خیال رکھنے والی عورت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ گزشتہ صفحات میں حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث مبارک اس پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے کہ جس عورت نے اس حالت میں وفات پائی کہ اس کا خاوند اس (کی فرماں برداری کے باعث اُس) سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ مگر کسی عذرِ شرعی یا صحت کی خرابی کے بغیر خاوند کی اطاعت سے

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۶۸، رقم: ۱۴۴۵

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۵۷، رقم: ۲۶۴۰

۳۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۹، رقم: ۲۱۰

۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۶۲، رقم: ۳۶۱۰

اِنکار اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا.** (۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! جس شخص کی بیوی اپنے شوہر کے بلانے پر انکار کر دیتی ہے، اس سے اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

یہاں چند عناوین کے تحت ہم نے اچھی زوجہ کی بعض خصوصیات بیان کی ہیں۔ علاوہ ازیں بھی کئی صفات اِس ضمن میں وارد ہوئی ہیں جنہیں مختلف پیرائے میں مختلف جگہوں پر بیان کیا جاچکا ہے۔

## سوال 15: بیوی کی کن عادات کی وجہ سے خوشگوار اِزدِواجی زندگی متاثر ہوتی ہے؟

**جواب:** بیوی کی درج ذیل عادات کی وجہ سے خوشگوار اِزدِواجی زندگی متاثر ہوتی ہے:

۱۔ شوہر کی طرف سے ضروریاتِ زندگی اور آسائشیں ملنے کے باوجود ہر وقت

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، بب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا، ۲: ۱۰۶۰، رقم: ۱۴۳۶

۲۔ خطیب تبریزی، مشکاۃ المصابیح، ۲: ۹۶۹، رقم: ۳۲۴۶

۳۔ ہندی، کنز العمال، ۱۶: ۱۴۲، رقم: ۴۴۷۷۸

ناشکری کے کلمات ادا کرنا۔

۲۔ شوہر کی کم آمدنی پر اس کا ساتھ دینے کی بجائے کم خرچ پر شکوہ و شکایت کرنا۔

۳۔ گھریلو اُمور سے لاپرواہی برتنا۔

۴۔ گھر کا بجٹ شوہر کی آمدنی کے مطابق ترتیب دینے کی بجائے فضول خرچی کرنا۔

۵۔ ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے کی بجائے فضول مشاغل میں وقت ضائع کرنا۔

۶۔ شوہر کے گھر آتے ہی موڈ آف کر لینا اور غصہ و ناراضگی کا اظہار کرنا۔

۷۔ معمولی باتوں پر جھگڑا کرنا اور بار بار میکے چلے جانا۔

۸۔ شوہر کے اعزاء و اقارب کو اہمیت نہ دینا؛ وغیرہ۔

## سوال 16: نیک و صالح اولاد کے حصول کے لیے زوجین کا انتخاب کن باتوں کا متقاضی ہے؟

**جواب:** نیک و صالح اولاد کے حصول کے لیے زوجین کا انتخاب کرتے ہوئے اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ مرد و عورت دونوں صالح ہوں؛ کیوں کہ قرآن حکیم صالح مرد کے لیے صالح عورت اور صالح عورت کے لیے صالح مرد کے انتخاب کا حکم دیتا ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے:

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ.(۱)

اور پاک و طیب عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے (مخصوص) ہیں اور پاک و طیب مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔

اِس حکم قرآنی کے اندر کارفرما حکمتوں میں سے ایک حکمت نیک و صالح اولاد کا حصول ہے۔ لہٰذا نیک و صالح اولاد کے حصول کے لیے زوجین یعنی میاں بیوی دونوں کا انتخاب کرتے ہوئے درج ذیل اُمور مدِنظر رکھے جائیں:

۱۔ ماں کی گود بچے کی ابتدائی درس گاہ ہوتی ہے۔ اس کے لیے ایسی عورت کا انتخاب کیا جائے جو دین دار، با اَخلاق، با شعور اور نیک سیرت ہو۔ ایسی عورت ہی اولاد کے نیک ہونے میں معاون ثابت ہوسکتی ہے۔

۲۔ اسی طرح باپ اولاد کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایک باپ اچھی تعلیم و تربیت کا فریضہ تب ہی سرانجام دے سکتا ہے جب وہ خود نیک اور دین دار ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے زوجین کے انتخاب میں جہاں عورت کے دین دار ہونے کو اہم قرار دیا وہیں آپ ﷺ نے نکاح کے لیے دین دار مرد کے انتخاب کی بھی ترغیب فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ، فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ.(۲)

(۱) النور، ۲۴:۲۶

(۲) ترمذی، السنن، کتاب النکاح، باب ما جاء فی من ترضون دینه فزوجوه، ــــ

جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین و اَخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کرو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ بپا ہونے کا خدشہ ہے۔

درج بالا فرمان نبوی میں یہی حکمت کارفرما ہے کہ دین دار شخص نہ صرف خود دین پر کار بند رہے گا بلکہ اپنی زوجہ اور بچوں کو بھی دین کے ساتھ جوڑے رکھے گا۔ لہٰذا زوجین کا انتخاب کرتے وقت اِس بات کا اِدراک ہونا ضروری ہے کہ اِنتخاب محض زوجین کا ہی نہیں بلکہ مستقبل کے والدین کا بھی ہے۔ جنہوں نے آگے چل کر اُمتِ مسلمہ کے لیے ایسے افراد کی تربیت کرنے کا فریضہ سرانجام دینا ہے اور خلیفۃ اللہ فی الارض کا منصب سنبھالنا ہے۔ وہ نکاح جس میں دینی اَقدار کا خیال رکھا جاتا ہے نیک اور صالح اولاد کے حصول اور تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں بھی ٹھوس کردار ادا کرتا ہے۔ اسی کے ذریعے ایک صالح نسل وجود میں آتی ہے۔ لہٰذا زوجین کا انتخاب کرتے وقت ایسی اولاد کا حصول چشم تصور میں ضرور رہنا چاہیے جو صالحیت کے قرآنی معیار پر پورا اُترتی ہو اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرسکتی ہو۔

## سوال 17: کیا اِسلام میں نکاح کا اَہم مقصد بقائے نسلِ آدم ہے؟

**جواب:** جی ہاں! اِسلام میں نکاح کا اَہم مقصد بقائے نسلِ آدم ہے اور اس سے اولاد اور نسب کا تحفظ ہوتا ہے ۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نکاح کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اسے اپنی سنت قرار دیا ہے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی

......... ۳: ۳۹۴، رقم: ۱۰۸۴

ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوا، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ. وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ.** (۱)

نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ تم لوگ نکاح کرو، قیامت کے روز میں دوسری اُمتوں پر تمہاری کثرت کی بنا پر فخر کروں گا۔ جو شخص صاحبِ حیثیت ہے اُسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے۔ مگر جو شخص نکاح کی اِستطاعت نہ رکھے تو اُسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اِس لیے کہ روزہ شہوت کو دور کر دیتا ہے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ.** (۲)

محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دیگر اُمتوں کے سامنے برکت حاصل کروں گا۔

## سوال 18: زوجین کو اولاد کی آرزو کیوں ہوتی ہے؟

**جواب:** اللہ تعالیٰ نے اِنسان کے اندر ایک فطری خواہش رکھی ہے کہ شادی کے بعد

(۱) ابن ماجه السنن، كتاب النكاح، باب ماجاء فى فضل النكاح، ۲: ۴۱۵، رقم:۱۸۴۶

(۲) أبو داؤد، السنن، كتاب النكاح، باب النهى عن تزويج من لم يلد النساء، ۲:۱۸۰، رقم:۲۰۵۰

وہ صاحبِ اولاد ہو۔ زوجین کے لیے نیک اولاد بہت بڑی نعمت اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کا نام زندہ رکھنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ہر انسان میں طویل عرصے تک جینے اور اس کی کمائی ہوئی جائیداد، خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اس کا وارث ہونے کی فطری خواہش ہوتی ہے اور اس کی تکمیل اولاد کے ذریعے ہی ممکن ہوسکتی ہے۔ قرآن حکیم میں اولاد کو دنیا کی زندگی میں زینت اور رونق کہا گیا ہے:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا.[1]

مال اور اولاد (تو صرف) دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔

نیک و صالح اولاد آخرت میں والدین کے لیے صدقہ جاریہ بھی ہوتی ہے۔ اولاد کی یہی خواہش اگر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوش نودی کے حصول کے لیے ہو تو وہ عبادت بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک و صالح بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کناں ہوتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًاo[2]

اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو (حضورِ باری تعالیٰ میں) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب، ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دےo

---

(۱) الکہف، ۱۸:۴۶

(۲) الفرقان، ۲۵:۷۴

## سوال 19: کیا انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اولاد کی آرزو کی ہے؟

**جواب:** جی ہاں! انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی اَولاد کی آرزو کی ہے۔ قرآن حکیم میں مذکور ان کی دعاؤں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے حصول کے ساتھ ساتھ ان کے نیک اور صالح ہونے کی بھی دعائیں مانگیں۔

۱۔ قرآن حکیم میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں اپنے رب سے نیک و صالح اولاد کی دعا مانگی:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ○[1]

(پھر اَرضِ مقدّس میں پہنچ کر دعا کی:) اے میرے رب! صالحین میں سے مجھے ایک (فرزند) عطا فرما○ پس ہم نے انہیں بڑے بُردبار بیٹے (اِسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی○

۲۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے یوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیک اولاد کی دعا مانگی:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ○[2]

عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے○

سورۃ مریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا بیان یوں کیا گیا ہے:

(۱) الصافات، ۳۷: ۱۰۰-۱۰۱

(۲) آل عمران، ۳: ۳۸

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّاo یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّاo[1]

سو تو مجھے اپنی (خاص) بارگاہ سے ایک وارث (فرزند) عطا فرماo جو (آسمانی نعمت میں) میرا (بھی) وارث بنے اور یعقوب (علیہ السلام) کی اولاد (کے سلسلۂ نبوت) کا (بھی) وارث ہو اور اے میرے رب! تو (بھی) اسے اپنی رضا کا حامل بنا لےo

نیک و صالح اَولاد کی دعا نہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام نے کی بلکہ ان کی سنت واتباع میں اولیاء کرام نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور نیک اولاد کے لیے دعائیں کیں۔

۳۔ قرآنِ حکیم میں حضرت عمران اور ان کی زوجہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان دونوں نے نیت کی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں بیٹا عطا فرمائے گا تو وہ اسے اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیں گے۔ جب بیٹی کی ولادت ہوئی تو انہوں نے اس کا نام مریم رکھا اور اپنے کیے ہوئے ارادے کے مطابق اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا اور ساتھ ہی ان کی والدہ نے یہ دعا کی:

وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo[2]

اور میں نے اس کا نام ہی مریم (عبادت گزار) رکھ دیا ہے اور بے شک میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں

(۱) مریم، ۱۹:۱-۶

(۲) آل عمران، ۳:۳۶

دیتی ہوں○

اِس عمل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنی اَولاد اور آئندہ نسلوں کے لیے ان کی پیدائش سے قبل ہی دعائیں کرنا مستحب عمل ہے۔ حضرت مریم ؑ کی والدہ کی دعا کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ ؑ کو شیطان کے چھونے سے محفوظ رکھا، جیسا کہ حدیث مبارک میں حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ، غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا. (1)

بنو آدم میں سے کوئی مولود (یعنی بچہ) ایسا نہیں ہے جسے پیدائش کے وقت شیطان مس نہ کرے۔ چنانچہ وہ اس شیطان کے چُھونے کی وجہ سے چیخنا چلانا شروع کر دیتا ہے، سوائے مریم ؑ اور ان کے بیٹے عیسیٰ ؑ کے (کہ انہیں شیطان نے مس نہیں کیا)۔

ایک روایت میں سیدنا ابو ہریرہ ؓ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، باب قول اللہ تعالی: واذکر في الکتاب مریم۔۔۔، ۳:۱۲۶۵، رقم:۳۲۴۸

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب وإني أعیذها بك وذریتها من الشیطان الرجیم، ۴:۱۶۵۵، رقم:۴۲۷۴

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی ؑ، ۴:۱۸۳۸، رقم:۲۳۶۶

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۳۳، ۲۷۴، رقم:۷۱۸۲، ۷۶۹۴

فرمایا:

اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○﴾[1].

اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○﴾ ’اور بے شک میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں○‘۔

لہٰذا والدین کو نومولود کی پیدائش کے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے تا کہ نومولود شیطان کے شر اور وساوس سے محفوظ رہے۔

## سوال ۲۰: اولاد والدین کے لیے کیسے دنیا و آخرت میں صدقہ جاریہ بنتی ہے؟

**جواب:** نیک اولاد یقیناً اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ نعمت ایک ثمر آور درخت کی مانند ہے جس کے لیے ابتداء میں سخت محنت کی جاتی ہے اور تکالیف اٹھائی جاتی ہیں۔ لیکن جب یہ درخت بڑا ہوتا ہے، اس کا تنا مضبوط ہو جاتا ہے اور شاخیں پھل سے جھک جاتی ہیں تو پھر یہ نیک و صالح اولاد دنیا میں والدین کے لیے عزت و شرف اور آخرت میں ان کے لیے صدقہ جاریہ کا باعث بنتی ہے۔ اس کا ثواب بعض صورتوں میں قیامت تک والدین کو ملتا رہتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ

(۱) آل عمران، ۳:۳٦

جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.(۱)

جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کے اَعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (کہ اُن کا اَجر اُسے برابر ملتا رہتا ہے:) ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔

۲۔ ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ ﷻ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُ: يَا رَبِّ أَنَّى لِي هٰذِهِ؟ فَيَقُوْلُ: بِإِسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ.(۲)

یقیناً اللہ تعالیٰ جنت میں ایک صالح شخص کا درجہ بلند فرمائے گا تو وہ عرض

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، ۳:۱۲۵۵، رقم: ۱۶۳۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۲، رقم: ۸۸۳۱

۴۔ أبوداؤد، السنن، كتاب الوصايا، باب ماجاء فی الصدقة عن الميت، ۳:۱۱۷، رقم:۲۸۸۰

۵۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب ثواب معلم الناس الخير، ۱:۸۸، رقم:۲۳۹

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱۶: ۳۵۶، رقم: ۱۰۶۱۰

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب بر الوالدين، ۲: ۱۲۰۷، رقم: ۳۶۶۰

کرے گا: اے میرے پروردگار! میرے درجات کی یہ بلندی کس وجہ سے ہے؟ وہ فرمائے گا: یہ (بلندی) تیرے فرزند کی طرف سے تیرے لیے مغفرت کی وجہ سے ہے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ اُس وقت موجود نہ تھے۔ وہ (بارگاہِ رسالت میں) عرض گزار ہوئے:

يَا رَسُوْلَ اللهِ، إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا، أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟

یا رسول اللہ! میری والدہ محترمہ کا انتقال ہو چکا ہے اور میں اس وقت حاضر نہ تھا، اگر میں اُن کی طرف سے کوئی خیرات کروں تو کیا اُنہیں ثواب پہنچے گا؟

حضور نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: بالکل۔ اس پر وہ عرض گزار ہوئے:

فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا.(1)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الوصايا، باب إذا قال: داري صدقة لله، ۱۰۱۳:۳، رقم: ۲۶۰۵

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الوصايا، باب ما جاء فيمن مات من غير وصية يتصدق عنه، ۱۱۸:۳، رقم: ۲۸۸۲

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الزكاة، باب ما جاء في الصدقة عن الميت، ۵٦:۳، رقم: ٦٦۹

(یا رسول اللہ!) میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ والدہ مرحومہ کی طرف سے صدقہ ہے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (قبیلہ) جُہینہ کی ایک عورت نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا:

**إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟**

میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کرسکی یہاں تک کہ فوت ہوگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟

حضور ﷺ نے فرمایا:

**نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُو اللهَ، فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.** (1)

ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا نہ کرتیں؟ پس اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو کیونکہ وہ زیادہ

---

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الإحصار وجزاء الصيد، باب الحج والنذور عن الميت، وَ الرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ، ۲:۶۵۶، رقم:۱۷۵۴

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأيمان والنذور، باب من مات وعليه نَذْرٌ، ۶:۲۴۶۴، رقم:۶۳۲۱

۳۔ نسائي، السنن، كتاب مناسك الحج، باب الحج عن الميت الذي نذر أن يحج، ۵:۱۱۶، رقم:۲۶۳۲

۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۲:۳۲۲، رقم:۳۶۱۲

۵۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴:۳۴۶، رقم:۳۰۴۱

حق دار ہے کہ اُس کے عہد کو پورا کیا جائے۔

لہٰذا نیک و صالح اولاد کا حصول نعمت خداوندی ہے۔ جس کی وجہ سے والدین دنیا و آخرت میں سرخرو ٹھہرتے ہیں۔

اِس ابتدائی گفتگو کے بعد اگلے باب میں ہم قبل اَز پیدائش بچے کے حقوق میں سے چند اہم حقوق کا تذکرہ کریں گے۔

# 2

# قبل اَز پیدائش

## بچے کے حقوق

## سوال 21: اسلام نے بچے کے حقوق ادا کرنے کا حکم کب سے دیا ہے؟

**جواب:** اِسلام نے بچے کے حقوق اس کی پیدائش سے قبل ہی متعین کر دیے ہیں۔ بچہ پیدا ہونے سے قبل حالتِ جنین میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم اس باب میں اِصطلاح کے طور پر قبل اَز پیدائش بچے کے لیے جنین کا لفظ ہی استعمال کریں گے۔

جنین کی تفصیل درج ذیل ہے:

### ۱۔ زندگی کا حق

بچے کی زندگی کا آغاز مرحلہ جنین سے ہوتا ہے۔ اسلام نے اس مرحلے سے بچے کے لیے زندگی کے حق کو قانونی حیثیت عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِستقرارِ حمل کے چار ماہ بعد رحم مادر میں موجود بچے میں روح پھونک دیتا ہے۔ اس وقت اِسقاطِ حمل کرنا گناہِ کبیرہ، حرام اور قتلِ انسانی کے مترادف ہے۔

### ۲۔ وراثت کا حق

فقہاء کرام کا اجماع ہے کہ دورانِ حمل درج ذیل دو شرائط پوری ہونے کی صورت میں بچہ وراثت میں حصے دار ہوگا:

ا۔ ترکہ چھوڑنے والے کی موت کے وقت بچہ ماں کے پیٹ میں موجود ہو تو

وہ میت کی وراثت میں سے حصہ پائے گا۔

۲۔ وضعِ حمل کے وقت زندہ ہو کیوں کہ وارث کا زندہ ہونا شرط ہے۔ مردہ حالت میں پیدا ہونے والا بچہ وارث نہیں بن سکتا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

**يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ۔** (۱)

اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**إِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوَرِثَ.** (۲)

جب بچہ چیخے گا تو اس کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی ہوگا۔

امام سرخسی 'المبسوط' میں لکھتے ہیں:

**اِعْلَم بِأَنَّ الْحَمْلَ مِنْ جُمْلَةِ الْوَرَثَةِ. إِذَا عُلِمَ بِأَنَّهُ كَانَ مَوْجُوْدًا فِي الْبَطْنِ عِنْدَ مَوْتِ الْمُوَرِّثِ وَانْفَصَلَ حَيًّا.** (۳)

جان لو کہ حمل بھی دیگر تمام ورثاء کی طرح ہے۔ جب اس کا علم ہو جائے

---

(۱) النساء، ۴: ۱۱

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفرائض، باب إذا سئهل المولودورث، ۲: ۹۱۹، رقم: ۲۷۵۰

۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۲۲۵، رقم: ۳۱۲۸

۳۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۳۹۲، رقم: ۶۰۳۲

۴۔ بیهقی، السنن الکبری، ۶: ۲۵۷، رقم: ۱۲۸۶۳

(۳) سرخسی، المبسوط، ۳۰: ۵۰

کہ وہ مورث کی موت کے وقت زندہ تھا اور زندہ پیدا ہوا تو وہ وارث ہوگا۔

یعنی پیدا ہونے والا بچہ بھی اولاد کے زمرے میں آنے کی وجہ سے میت کا وارث ٹھہرے گا اور ترکہ میں سے حصہ پائے گا۔

## ۳۔ وصیت کا حق

جنین کے حقوق میں سے ایک حقِ وصیت بھی ہے۔ فقہاء کا اجماع ہے کہ جنین اگر زندہ پیدا ہو تو اُس کے لیے وصیت کیے جانے کا حق درست ثابت ہوگا، اس شرط کے ساتھ کہ وصیت کیے جانے کے وقت وہ ماں کے پیٹ میں موجود ہو۔ مثلاً کسی شخص نے یوں کہا کہ اس عورت کے پیٹ میں اس وقت جو بچہ ہے، میں اس کے لیے اس مکان کی وصیت کرتا ہوں۔ سو اگر اس عورت نے مردہ بچے کو جنم دیا تو اب وہ مردہ بچہ اس وصیت کا مستحق نہیں ہوگا۔

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

**أما الوصية بالحمل فتصح ...... فان انفصل ميتا بطلت الوصيّة.**[1]

وصیت حمل کے لیے درست ہوتی ہے۔ ...... اگر بچہ مردہ حالت میں پیدا ہو تو اس کے حق میں کی گئی وصیت باطل ہوگی۔

## ۴۔ وقف کا حق

حقِ وراثت اور وصیت کی طرح فقہاء نے موجود اور بعد میں پیدا ہونے

(۱) ابن قدامة، المغني، ۶: ۵۰۶

والی اولاد کا حقِ وقف بھی جائز قرار دیا ہے۔ ابن عابدین شامی 'رد المحتار علی الدر المختار (۴: ۴۷۴)' میں لکھتے ہیں:

وقد نصوا على أن الوقف على الأولاد والذرية، يتناول من وجد بعد مجئ الغلة لأقل من ستة أشهر لتحقق وجوده في بطن أمه وقت مجئ الغلة فيشارك في الغلة.

اور فقہاء نے یہ موقف اِختیار کیا ہے کہ اولاد و ذُرّیت کے لیے وقف کر دینا جائز ہے۔ اس (اولاد) میں وہ شامل ہوگا جو غلّہ آنے کے کم از کم چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہو یعنی غلّہ آنے کے وقت اس کا وجود ماں کے پیٹ میں متحقق ہو چکا تھا، سو وہ غلّہ میں شریک ہوگا۔

اس بنا پر اگر وقف کرنے والا فوت ہو جائے تو وقف شدہ مال جنین کو وراثت میں ملے گا۔

## ۵۔ تاخیرِ اِقامتِ حد کا حق

جنین کے حقوق میں سے ایک حق حد قائم کرنے میں تاخیر کا بھی ہے کہ حاملہ عورت پر وضعِ حمل تک حد قائم کی جائے گی نہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور وہ بدکاری سے حاملہ تھی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے حد لاگو ہونے والا فعل کیا ہے، لہٰذا مجھ پر حد لگائیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا: اِسے اَحسن

طریقے سے رکھ (بدکاری کا گناہ کرنے کے باوجود اس کے ساتھ اچھا سلوک کر کیوں کہ اس نے اپنے گناہ کا اِقرار کر لیا ہے اور اس پر شرمسار ہے)۔ جب وہ بچہ پیدا کر لے تو اسے میرے پاس لے آنا۔(۱)

اِس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے وضعِ حمل تک یعنی بچہ پیدا ہونے سے قبل حاملہ عورت پر حد قائم نہیں کی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عورت کو وضع حمل کے بعد دو سال تک بچے کو دودھ پلانے کی بھی اِجازت دی گئی تھی۔

## ۶۔ نفقہ کا حق

اسلام نے جنین کا حقِ نفقہ باپ کی ذمہ داری قرار دیا ہے کہ وہ اپنے ہونے والے بچے کا خرچ اُٹھائے اگرچہ اس کی ماں کا خرچ اُس پر لازم نہ ہو۔ اسی طرح حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے تاکہ:

۱۔ بچے کے نسب کا تحفظ ہو کیوں کہ اگر عورت دوسری شادی کر لے تو پیدا ہونے والے بچے کا نسب خلط ملط ہونے کا اندیشہ ہے۔

۲۔ طلاق یافتہ حاملہ عورت کا نان و نفقہ بھی شوہر پر صرف بچے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے کیوں کہ اگر عورت حاملہ نہ ہو اور طلاق ہو جائے تو اُس کی عدت تین ماہواریاں ہیں۔

جنین کا حقِ نفقہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے:

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ۳: ۱۳۲۴، رقم: ۱۶۹۶

وَاِنْ کُنَّ اُوْلَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ حَتّٰی یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.[۱]

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک اُن پر خرچ کرتے رہو۔

## ۷۔ فطرانہ کا حق

جنین کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا بالاتفاق مستحب ہے جب کہ امام احمد بن حنبل سے منسوب ایک قول کے مطابق یہ واجب ہے کہ نومولود و دیگر کی طرح جنین کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جائے۔

امام ابن قدامہ نے لکھا ہے:

وَعَنْ أَحْمَدَ رِوَایَةٌ أُخْرٰی أَنَّهَا تَجِبُ عَلَیْهِ.[۲]

امام احمد سے مروی ایک قول کے مطابق جنین کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

### سوال 22: دورانِ حمل شوہر کا بیوی کے ساتھ سلوک کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: دورانِ حمل شوہر کا بیوی کے ساتھ سلوک معاونت پر مبنی اور احساس ذمہ داری والا ہونا چاہیے۔ بیوی کا باقاعدہ طبی معائنہ اور علاج کروانا اس کے فرائض میں شامل ہے کیوں کہ پیدا ہونے والے بچے کے تحفظ کی ذمہ داری ماں کے ساتھ ساتھ والد یعنی شوہر پر بھی برابر عائد ہوتی ہے۔

---

(۱) الطلاق، ۶۵:۶

(۲) ابن قدامة، المغنی، ۲: ۳۶۶

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.[1]

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو اُن پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ اپنا بچہ جَن لیں۔

اس آیت مبارکہ میں جنین (embryo) کی حفاظت کا ثبوت ہے اور بیوی کا طبی معائنہ اور علاج کروانے کا مقصد بھی بچے کی حفاظت ہے۔ شوہر دورانِ حمل بیوی کا جس قدر خیال رکھے گا اور وہ شوہر کی توجہ اور محبت پا کر زمانہ حمل اطمینان اور ذہنی سکون کے ساتھ گزارے گی تو نومولود صحت مند اور چست ہوگا۔ کیوں کہ زمانہ حمل بچے اور ماں دونوں کے لیے اہم ہے۔ اس دوران شوہر کا سلوک نہ صرف بیوی بلکہ پیدا ہونے والے بچے کی جسمانی و نفسیاتی صحت پر بھی گہرا اثر ڈالتا ہے۔

## سوال 23: دورانِ حمل نیک اور صالح اولاد کے حصول کے لیے عورت کو کون سے اُمور سرانجام دینے چاہییں؟

**جواب:** دورانِ حمل جس طرح بچے کی بہتر جسمانی نشو و نما کے لیے حاملہ کو معمول سے زیادہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح نیک اور صالح اولاد کے حصول کے لیے اسے معمول سے زیادہ روحانی غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے اسے درج ذیل اُمور سرانجام دینے چاہییں۔

---

(۱) الطلاق، ٦:٦٥

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوب شکر ادا کرے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے نیک اور صالح اولاد کی دعا کرے، جیسا کہ ہم نے گزشتہ باب میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر:

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ج اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○[1]

میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے○

۲۔ اسے چاہیے کہ وہ دورانِ حمل با وضو رہے اور نماز کی پابندی کرے۔

۳۔ قرآن حکیم کی تلاوت مع ترجمہ عرفان القرآن پڑھنے کا اہتمام کرے۔

۴۔ اگر ممکن ہو تو احادیث کی کتب کے مطالعہ کا معمول بھی اپنائے۔ اس کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتب المنهاج السوی اور کثیر اَربعینات بہت مفید اور روح کو جلا بخشنے والی ہیں۔

۵۔ دیگر مذہبی کتب مثلاً 'سلوک و تصوف کا عملی دستور'، 'حسنِ سراپائے رسول ﷺ'، 'فضائل و خصائص مصطفیٰ ﷺ'، 'سیرۃ الرسول ﷺ'، 'صالحاتِ اُمت'، 'تذکرے اور صحبتیں'، 'حسنِ اَعمال'، 'حسنِ اَخلاق' اور 'توبہ و اِستغفار' وغیرہ اپنے مطالعہ میں رکھے۔

۶۔ درود شریف اور مختلف اَوراد و وظائف کا معمول رکھے۔ اس کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتب 'دلائل البرکات'، 'الفیوضات

(۱) آل عمران، ۳: ۳۸

المحمدیة'، 'الدعوات القدسیة'، 'الأذکار الإلٰهیة' بہت مفید ہیں۔

۷۔ انبیاء کرام علیہم السلام، ازواج مطہرات، صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم کی سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ کرے۔

۸۔ روحانی محافل اور علمی و تربیتی نشستوں میں شرکت کرے۔

۹۔ رزائلِ اخلاق مثلاً غصہ، جھوٹ، بغض، حسد، غیبت، چغلی، بہتان، تہمت وغیرہ سے کلیتًا اجتناب کرے۔

## سوال 24: دورانِ حمل ماں کا مزاج اور اس کی مثبت اور منفی کیفیات بچے کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب کرتی ہیں؟

**جواب:** دورانِ حمل ماں کا مزاج اور اس پر طاری ہونے والی مثبت اور منفی کیفیات بچے کی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ ہر انسان کے دماغ سے خوشی، غمی، مایوسی، نفرت، حسد یعنی تمام احساسات کے لیے علیحدہ علیحدہ ارتعاشات اٹھتے ہیں جو جسمانی نظام میں داخل ہو کر مختلف قسم کے ہارمونز پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں اور خون کے ذریعے براہِ راست بچے کے دماغ تک پہنچتے ہیں۔ اس لیے اگر حاملہ جسمانی طور پر صحت مند اور خوش رہتی ہے تو بچے کا دماغ بھی خوشی کے ہارمونز وصول کرتا ہے اور اس کے جسم میں خوشی کے ہارمونز زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسا بچہ پیدائش کے بعد پراعتماد اور مثبت رجحان کا مالک ہوتا ہے۔ جب کہ اگر حاملہ ہر وقت لڑائی جھگڑا، غصہ اور چھوٹی چھوٹی بات پر بحث و مباحثہ کرتی ہے، تو اس کے جسم میں ان کیفیات کے ہارمونز بڑھ جاتے ہیں جو براہِ راست بچے کے خون میں شامل ہو

جاتے ہیں۔ نتیجتاً ایسا بچہ غصہ، نفرت اور حسد جیسی کیفیات لے کر پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ دورانِ حمل ماں اپنا مزاج خوش گوار رکھے اور زہد و تقویٰ پر مبنی طور اَطوار اپنائے۔

## سوال 25: دورانِ حمل متوازن غذا کھانے سے بچے کی جسمانی شخصیت پر کیا مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** بچوں کو صحت مند بنانا والدین کی اولین ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری پیدائش سے قبل دورانِ حمل سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔

دورانِ حمل عورت کی خوراک غذائیت سے بھرپور ہونی چاہیے جو بطنِ مادر کے اندر تیزی سے بڑھتے ہوئے بچے کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ساتھ ماں کی جسمانی ضرورت بھی پوری کرے۔ متوازن غذا میں دودھ، انڈے، گوشت، مرغی، مچھلی، ضروری وٹامنز، موسمی پھل اور سبزیاں، روٹی، دلیہ اور ہر قسم کی دالیں وغیرہ شامل ہیں جو جسم کی تعمیر کے لیے اَز حد ضروری ہیں۔

لہٰذا دوران حمل مندرجہ بالا متوازن غذا کا استعمال بچے کی شخصیت پر درج ذیل مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔

۱۔ بچے کی بہتر افزائش میں مدد ملتی ہے۔

۲۔ اِسقاطِ حمل کا خطرہ نہیں رہتا۔

۳۔ بچہ صحت مند اور تندرست پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ پیدائش کے وقت اور بعد از پیدائش اموات کی شرح کم ہوتی ہے۔

۵۔ بچے کے اَعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔

۶۔ بطنِ مادر میں بچے کی نشو ونما کا اہم ترین دور حمل کے ابتدائی چار ماہ ہوتے ہیں۔ مرکزی اَعصابی نظام، دماغ اور حرام مغز اِنہی اِبتدائی چند ہفتوں میں بنتے ہیں۔ متوازن غذا کے اِستعمال سے اَعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔ بعد ازاں زندگی میں انسان ہائی بلڈ پریشر، انسولین اور کولیسٹرول وغیرہ کے مسائل سے دوچار ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔

## سوال 26: دورانِ حمل مضرِ صحت غذا کھانے سے بچے کی شخصیت پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** دورانِ حمل مضرِ صحت غذا کھانے سے بچے کی شخصیت پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ بچے کا وزن کم اور صحت کمزور ہوتی ہے۔

۲۔ قبل اَز وقت اِسقاطِ حمل یا مردہ بچوں کی ولادت ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

۳۔ کیلشیم اور لحمیات (proteins) کی کمی سے بچے کی ہڈیاں کمزور اور اعصاب غیر صحت مند ہوتے ہیں۔

۴۔ دماغی اور ذہنی صلاحیتیں مکمل طور پر بیدار نہیں ہو پاتیں اور بچے ذہنی کمزوری

اور اعصابی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۵۔ الکحل یا دوسری منشیات بشمول تمباکو استعمال کرنے سے بچے میں دماغی کمزوری اور جسمانی نقائص پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

۶۔ ڈاکٹر کی ہدایات کے بغیر اینٹی بائیوٹکس، وٹامنز، انہیلرز اور دیگر اقسام کی ادویات کا بے جا استعمال حاملہ اور بچے دونوں کے لیے مضر ثابت ہو سکتا ہے۔

۷۔ غذائی قلت دورانِ حمل بچوں کے پیدائشی نقائص و اَموات اور وقتِ ولادت ماؤں میں جسمانی پیچیدگیوں کا سبب بنتی ہے۔

## سوال 27: دورانِ حمل رزقِ حلال کھانے سے روحانی طور پر بچے کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** والدین کی اوّلین ذمہ داری ہے کہ ماں دورانِ حمل رزقِ حلال کھائے کیوں کہ اس کے مثبت اثرات نہ صرف بچے کی جسمانی بلکہ روحانی نشو ونما پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس کی ترغیب قرآن و حدیث سے بھی ملتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلاً طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○(۱)

اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ، اور

(۱) البقرة، ۲:۱٦۸

شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے○

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض گذار ہوئے:

**يَا رَسُوْلَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ.**

یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرمایئے کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**يَا سَعْدُ أَطِبْ مَطْعَمَکَ، تَکُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَةِ.** (1)

اے سعد! اپنا کھانا پاک بنا لو، مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔

یعنی رزق حلال کھانے سے انسان کی دعائیں قبول ہوجاتی ہیں۔

رحم مادر میں رزقِ حلال پر پرورش پانے والے بچے پر مثبت اثرات کا عکس تا دمِ زیست اس کی شخصیت میں درج ذیل صورتوں میں نظر آتا ہے:

۱۔ اَکلِ حلال اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی جنت تک رسائی حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

۲۔ جب رزقِ حلال انسان کے بطن میں جاتا ہے تو اس سے خیر کے اُمور صادر ہوتے ہیں۔ بھلائیاں پھیلتی ہیں اور وہ نیکیوں کی اشاعت کا سبب بنتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۳۱۱، رقم: ۶۴۹۵

۲۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۹۱

۳۔ دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کا شوق بڑھ جاتا ہے۔

۴۔ رزقِ حلال دعاؤں کی قبولیت کا سبب بنتا ہے۔

۵۔ اَخلاقِ حسنہ مثلاً حلم، شکر، صبر، تقویٰ، تواضع پیدا ہوتے ہیں۔

۶۔ آخرت کی فکر دنیا کے غم پر غالب ہو جاتی ہے۔

## سوال 28: دورانِ حمل رزقِ حرام کھانے سے روحانی طور پر بچے کی شخصیت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** بچہ جنین کی صورت میں غذا بطنِ مادر سے حاصل کرتا ہے۔ اس سے اسے جسمانی تقویت کے ساتھ ساتھ روحانی اثرات بھی نصیب ہوتے ہیں۔ اس لیے دورانِ حمل ماں کا رزقِ حرام اور مشتبہ کھانا بچے کے وجود کو پراگندہ اور اس کی روحانی زندگی کی سلامتی کو خطرے میں ڈالنے کا باعث بنتا ہے۔ رزقِ حرام کی وعید اور منفی اثرات حدیث مبارک سے ملتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ:

**من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة، ولم يستجب له دعوة أربعين صباحا، وكل لحم ينبته الحرام فالنار أولى به.** (1)

---

(۱) ۱۔ ہندی، کنز العمال، ۴: ۸، رقم: ۹۲۶۶

۲۔ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، ۴: ۴۴۴، رقم: ۱۳۵۹

۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۳: ۵۹۱، رقم: ۵۸۵۳

بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ چالیس روز تک اس کا کوئی نیک عمل قبول ہوتا ہے۔ جس شخص کا گوشت حرام مال سے بنا ہو اس کے لائق تو صرف جہنم کی آگ ہی ہے۔

دورانِ حمل ماں کا رزقِ حرام کھانے سے روحانی طور پر بچے کی آئندہ شخصیت پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ بچے کی شخصیت میں اَخلاق رزیلہ یعنی جھوٹ، غیبت، تکبر، حسد وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ رزقِ حرام دل کی سختی اور تاریکی کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ شیطان اس کے قلب پر قابض ہو جاتا ہے۔

۴۔ نور ایمانی بجھ جاتا ہے۔

۵۔ عبادات و دعائیں مقبول نہیں ہوتیں۔

## سوال 29: دورانِ حمل عورت خود کو کیسے خوش رکھ سکتی ہے؟

**جواب:** خوشی کوئی ایسی چیز نہیں جو اَز خود حاصل ہو جائے بلکہ یہ تو حاملہ کا اپنا انتخاب ہے۔ کچھ خاص رویے اور عادات ایسی ہوتی ہیں جو اس کے لیے کبھی خوشی اور کبھی غم کا باعث بنتی ہیں۔ دورانِ حمل عورت درج ذیل طریقوں سے خود کو خوش رکھ سکتی ہے:

۱۔ حاملہ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرے اور اُس کا شکر ادا کرے کیوں کہ شکر ادا کرنا اللہ کی نعمتوں کو مزید بڑھا دیتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ.[1]

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا۔

۲۔ زندگی میں دکھ، غم اور پریشانیاں ضرور ہوتی ہیں مگر ان کیفیات کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا جائے۔

۳۔ لوگوں کی سخت اور تکلیف دہ باتوں پر بالکل توجہ نہ دے۔

۴۔ اپنے اندر دوسروں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا کرے کیوں کہ دوسروں کی مدد کرنے والے افراد ایسے عمل سے خوشی محسوس کرتے ہیں اور ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کسی ضرورت مند کے کام آ سکیں۔

۵۔ ساس اور نند کی زیادتیوں یا شوہر کی ناجائز سختیوں پر واویلا کرنے اور شکوہ و شکایت کی بجائے ان کی مثبت خوبیاں تلاش کرے اور انہیں سراہے۔ سسرالی رویوں پر مایوس ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے خیر کی اُمید رکھے اور اس کے لیے دعا کرے۔

۶۔ زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرے اور ہر ایک کے ساتھ مسکراتے ہوئے پیش آئے کیوں کہ مسکراہٹ صدقہ

---

(۱) ابراہیم، ۱۴:۷

جاریہ ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَبَسُّمُکَ فِي وَجْهِ أَخِيکَ لَکَ صَدَقَةٌ.(۱)

تمہارا اپنے مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔

یہ غموں اور پریشانیوں کو دور کرنے اور خود کو خوش رکھنے کا آسان ذریعہ ہے۔

۷۔ دورانِ حمل جذبات پر گرفت کمزور پڑنے لگتی ہے جس کی وجہ سے غصہ بھی بڑھتا ہے۔ لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ ایسی محافل (gathrings)، ٹی وی پروگرامز یا کہانیوں وغیرہ سے پرہیز کیا جائے جن کا موضوع دکھی ہو یا جن سے طبیعت میں غصہ اور چڑچڑا پن پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔

## سوال 30: دورانِ حمل عورت کا طبی معائنہ کروانا کیوں ضروری ہے؟

**جواب:** حمل کے دوران حاملہ کو ہر ماہ معائنہ کروانا چاہیے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر اُسے کم از کم تین الٹرا ساؤنڈ ضرور کروانے چاہییں۔ ان میں سے پہلا حمل کی تصدیق اور زچگی کی متوقع تاریخ معلوم کرنے کے لیے ہے کہ حمل حقیقت میں کتنے عرصے کا ہے۔ دوسرا الٹراساؤنڈ 20 سے 22 ہفتوں کے بعد ہونا چاہیے جس سے

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في صنائع المعروف، ۴: ۳۳۹، رقم: ۱۹۵۶

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۲۱، رقم: ۴۷۴

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۱۸۳، رقم: ۸۳۴۲

معلوم کیا جاسکتا ہے کہ بچے میں کوئی پیدائشی نقص تو نہیں اور اس کا سر، ہاتھ، پاؤں، ناک اور دوسرے اعضاء ٹھیک طرح سے تشکیل پا چکے ہیں یا نہیں۔ تیسرے الٹراساؤنڈ میں بچے کی پوزیشن اور کچھ دیگر معاملات سے متعلق معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ دورانِ حمل درج ذیل وجوہات کی بناء پر عورت کا طبی معائنہ باقاعدہ بنیادوں پر کروانا ضروری ہے:

۱۔ طبی معائنے کے ذریعے اس بات کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ دورانِ حمل ماں کو کن خطرات کا سامنا ہو سکتا ہے جس پر ڈاکٹر حاملہ عورت کو حفاظتی اقدامات اختیار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اس سے ماں اور بچے کے صحت مند ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

۲۔ کچھ امراض ایسے ہیں جو ماں کے رحم میں پرورش پاتے بچے پر بہت منفی اثرات ڈالتے ہیں۔ اگر حاملہ خاتون پہلے سے خون کی کمی، بلند فشارِ خون (high blood pressure)، دل کی بیماری، تپ دق، ذیابیطس وغیرہ کی مریضہ ہو تو یہ بیماریاں حمل کے لیے شدید نقصان دہ ہوسکتی ہیں۔ لہٰذا طبی معائنہ کے ذریعے انہیں دریافت کر کے ان کا بروقت علاج اور احتیاطی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

۳۔ بچے کی پوزیشن معلوم ہو سکے تا کہ زچگی کے دوران ہونے والے مسائل پر قبل از وقت قابو پایا جاسکے۔

۴۔ بچے کی نشو ونما کا اندازہ لگایا جاسکے اور اسے مزید بہتر بنایا جاسکے۔

۵۔ حاملہ کو درپیش مسئلہ کی صورت میں بچے کی حفاظت کا انتظام ممکن ہو سکے۔

۶۔ پیدائش کے وقت بچوں کی ہونے والی اموات کی شرح کو کم سے کم کیا جا سکے۔

۷۔ دوران حمل طبی معائنہ نہ کروانے کی صورت میں پیدائش کے وقت ماں اور بچے کے لیے مشکلات پیدا ہوسکتی ہیں۔

## سوال 31: دورانِ حمل عورت اپنے بچے کی سلامتی کا خیال کیسے رکھ سکتی ہے؟

**جواب:** دورانِ حمل عورت کی تھوڑی سی اِحتیاط سے بچہ صحت مند، خوبصورت اور نیک ہوسکتا ہے جب کہ ذرا سی غفلت اور لاپرواہی ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ لہٰذا دورانِ حمل اسے زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دورانِ حمل عورت درج ذیل طریقوں سے اپنے بچے کی سلامتی کا خیال رکھ سکتی ہے:

۱۔ ضرورت سے زیادہ کام کرنے اور وزن اُٹھانے سے گریز کرے۔

۲۔ سیڑھیاں نارمل انداز میں چڑھے اور اُترے۔

۳۔ اپنی خوراک کا خیال رکھے اور خوش رہنے کی کوشش کرے۔

۴۔ مصائب و آلام میں پریشان ہونے کی بجائے صبر سے کام لے۔

۵۔ ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹر یا لیڈی ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر کوئی دوا استعمال نہ کرے۔

## سوال 32: بچوں کی پیدائش میں وقفہ کیوں ضروری ہے؟

**جواب:** بچوں کی پیدائش میں وقفہ درج ذیل وجوہات کی بناء پر ضروری ہے:

۱۔ ماں کی صحت پہلے حمل اور زچگی کے اثرات سے بحال ہو جائے۔

۲۔ ماں اور بچے کے درمیان ایک ربط اور تعلق (mother child relationship) پیدا ہو چکا ہو۔

۳۔ بچہ اپنے آپ کو کسی حد تک سنبھالنے کا اہل ہونے کے بعد ماں سے قدرے آزاد ہو چکا ہو۔

## سوال 33: فیملی پلاننگ اور اِسقاطِ حمل میں کیا فرق ہے؟

**جواب:** فیملی پلاننگ اور اسقاطِ حمل کو بعض اوقات خلط ملط کر دیا جاتا ہے حالاں کہ ان دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ فیملی پلاننگ سے مراد بچوں میں مناسب وقفہ کے لیے ایسے طریقے اختیار کرنا ہے جن سے حمل نہ ٹھہرے۔ جب کہ اِسقاطِ حمل کا مطلب ہے کہ حمل ٹھہر جانے کے بعد اسے دانستہ ضائع کر دیا جائے۔

## سوال 34 : بچے کے اَعضاء بننے کے بعد اِسقاطِ حمل کی سزا کیا ہے؟

**جواب:** حمل میں روح پھونکے جانے (یعنی اِستقرارِ حمل کے 120 دن گزر جانے) کے بعد اِسقاطِ حمل حرام ہے۔ روح پھونکے جانے کے بعد بچے کو ضائع کرنا زندہ شخص کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ ایسے اِسقاط کا سبب بننے والے شخص پر غرہ لازم آئے گا خواہ وہ والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ غرّہ اس دیت کا نام ہے جو جنین

(unborn child) کے قاتل پر واجب ہوتی ہے۔ اَحناف کے نزدیک دیت کی مقدار درہموں میں دس ہزار ہے، لہٰذا جنین کی دیت اس کے عشرہ کا نصف یعنی 500 درہم ہوگی۔

اِسقاطِ حمل کے حرام ہونے کی دلیل قرآنِ حکیم سے ثابت ہے:

**وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللهُ اِلَّا بِالْحَقِّ.** (۱)

اورتم کسی جان کو قتل مت کرنا جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

**قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ.** (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ فرمایا: کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، جادو کرنا، ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔

---

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۳۳

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر وأکبرھا، ۱: ۹۲، رقم: ۸۹

لہٰذا اِستقرارِ حمل کے بعد اس کا اِسقاط گناہِ کبیرہ اور قتل کے مترادف ہے۔ اس سے کلی اجتناب ضروری ہے۔

# 3

# بعد اَز پیدائش

# بچے کے حقوق

## سوال 35: اولاد کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا کیسا ہے؟

**جواب:** اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جس کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا اور اس کے فضل پر شکر بجا لانا تقاضاے بندگی میں سے ہے۔ اُلوہی نعمتوں پر شکر بجا لانا درج ذیل آیت کے تحت مزید نعمتوں کے حصول کا پیش خیمہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے شاکر بندوں پر مزید نعمتیں نچھاور کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی حکمت بھی بیان کی گئی ہے۔ ارشادِ ہوتا ہے:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ○[1]

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب یقیناً سخت ہے○

بچے کی ولادت والدین کے لیے پر سکون زندگی کا ایک انتہائی خوش کن احساس ہوتا ہے۔ اولاد کی پیدائش پر خوشی منانا اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینا قرآن حکیم کی نص سے ثابت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسۡمُهٗ يَحۡيٰى لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا○[2]

---

(۱) ابراہیم، ۱۴:۷

(۲) مریم، ۱۹:۷

(ارشاد ہوا) اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوش خبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ (علیہ السلام) ہوگا ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایاo

حدیث مبارک سے بھی نعمت پر شکر بجا لانے کا حکم ثابت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**مَا أَنْعَمَ اللهُ عَلٰی عَبْدٍ نِعْمَةً فِي أَهْلٍ، أَوْ مَالٍ، أَوْ وَلَدٍ، فَقَالَ: مَا شَاءَ اللهُ، لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، فَيَرَى فِيهِ آفَةً، دُوْنَ الْمَوْتِ.** (1)

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جو بھی نعمت عطا کرے خواہ وہ اس کے اہل میں ہو، یا مال میں سے ہو یا اولاد میں سے ہو؛ پھر وہ یہ کہتا ہے: **مَا شَاءَ اللهُ، لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ** (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اللہ کی عطا کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہے) تو ان نعمتوں میں سے اس کے لیے کوئی مصیبت نہیں آتی۔ سوائے موت کے (جو کہ اپنے وقت پر ضرور آتی ہے)۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اولاد کی پیدائش پر خوشی و مسرت کا اظہار مستحسن و مستحب عمل ہے۔

## سوال 36: کیا بچے کی پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان دینا مسنون عمل ہے؟

**جواب:** جی ہاں! بچے کی پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان دینا مسنون عمل

(1) طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۳۰۱، رقم: ۴۲۶۱

ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ، فَأَذَّنَ فِي أُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَأَقَامَ فِي أُذُنِهِ الْيُسْرىٰ لَمْ تَضُرَّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ.(۱)

جس شخص کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی اور اس نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی تو اسے اُم الصبیان (یعنی بچوں کو لاحق ہونے والی مرگی کی بیماری) کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

## سوال 37: بچے کے کان میں اذان کب اور کس سے دلوائی جائے؟

**جواب:** بچے کی پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان دینے کے لیے کسی امام یا مؤذن کا ہونا ضروری نہیں بلکہ بچے کا والد یا کوئی بھی نیک شخص جسے کلماتِ اذان و اِقامت یاد ہوں، وہ بچے کے کان میں اذان و اِقامت کہہ سکتا ہے۔

## سوال 38: کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کے کان میں اذان کہی؟

**جواب:** جی ہاں! حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کے کان میں اذان کہی۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ:

أَذَّنَ فِي أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ علیہما السلام حِيْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ علیہا السلام بِالصَّلَاةِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ أبویعلی، المسند، ۱۲: ۱۵۰، رقم: ۶۷۸۰

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۵۹

۳۔ ہندی، کنز العمال، ۱۶: ۱۹۰، رقم: ۴۵۴۱۴

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۹۱، رقم: ۲۷۲۳۰

۲۔ أبو داؤود، السنن، کتاب الأدب، باب فی الصبی یولد فیؤذن فی أذنه، ـــــ

جب سیدہ فاطمہ ؑ کے ہاں حضرت حسن بن علی ؑ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے اُن کے کان میں اذان کہی۔

## سوال 39: بچے کے کان میں اذان دینے کا طریقہ کیا ہے؟

**جواب:** بچے کے کان میں اذان دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے جیسا کہ مسند ابی یعلی میں حضرت امام حسین ؑ سے مروی حدیث مبارک سے یہ طریقہ ثابت ہے کہ جس کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی اور اُس نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اِقامت کہی تو اُس بچے کو اُم الصبیان (یعنی بچوں کو لاحق ہونے والی مرگی کی بیماری) کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

## سوال 40: پیدائش کے موقع پر بچے کے کان میں اذان و اقامت کہنے کی حکمت کیا ہے؟

**جواب:** نومولود خواہ بیٹا ہو یا بیٹی اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور نعمت ہوتا ہے۔ اس کی پیدائش کے موقع پر اس کے کان میں اذان و اقامت کہنے کی بہت سی حکمتیں ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ حدیث مبارک کے مطابق بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور پیدائش

---

۴: ۳۲۸، رقم: ۵۱۰۵

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الاضاحی، باب الأذان فی أذن المولود، ۴: ۹۷، رقم: ۱۵۱۴

۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۹۷، رقم: ۴۸۲۷

کے وقت اذان و اقامت کان میں کہنے سے اس حقیقت کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ وہ اہل اسلام کے گھرانہ میں پیدا ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ.** (1)

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی یا آگ پرست بنا دیتے ہیں۔

۲۔ بچے کی ولادت کے وقت اس کے کان میں اذان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی اور حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کی شہادت کے کلمات سنانے میں یہ حکمت کارفرما ہوتی ہے کہ اسے اسلامی شعائر سے روشناس کروایا جائے جن پر کاربند رہتے ہوئے وہ اپنی بقیہ زندگی گزار سکے۔

۳۔ اذان کے کلمات سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے جو اس انتظار میں ہوتا ہے کہ بچہ کب پیدا ہو اور وہ اس کا ساتھی بنے۔ لیکن کلماتِ اذان سنتے ہی اس کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر/الروم، باب لا تبدیل لخلق الله، ۴: ۱۷۹۲، رقم: ۴۴۹۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۳، رقم: ۷۱۸۱

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۳۳۷، رقم: ۱۲۹

۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۶: ۲۰۲، رقم: ۱۱۹۱۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ، أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ ...... حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ.(۱)

جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر (اتنا دور) بھاگتا ہے ...... کہ اُسے اذان کی آواز سنائی نہیں دیتی۔

۴۔ اذان و اِقامت کہنے سے بچے مرگی کی بیماری (اُم الصبیان) سے محفوظ رہتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم اس پر حدیث مبارک بیان کر چکے ہیں۔

## سوال 41: تحنیک (گھٹی دینا) کسے کہتے ہیں؟

**جواب:** تحنیک عربی زبان کے لفظ حنک سے ہے جس کا معنی ہے: چبا کر نرم کرنا، گھٹی دینا۔ اِصطلاحاً تحنیک سے مراد یہ ہے کہ کھجور کو اچھی طرح چبا کر نومولود کو گھٹی دینا۔

التّحنِيک أَنْ تمضغ التمّر ثُمَّ تدلُکه بحنَکَ الصبی داخل فمہٖ.(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب فضل التّاذین، ۱: ۲۲۰، رقم: ۵۸۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب فضل الأذان......، ۱: ۲۹۱، رقم: ۳۸۹

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۰، رقم: ۹۹۳۳

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۵: ۵۰، رقم: ۱۷۵۴

۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۵۰۸، رقم: ۱۶۳۴

(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۰: ۴۱۶

تحنیک یہ ہے کہ کھجور وغیرہ کو اچھی طرح چبا کر بچے کے تالو کے ساتھ مل دیا جائے۔

یعنی تحنیک (گھٹی دینا) سے مراد چبائی ہوئی کھجور کو بچے کے منہ میں ڈالنا یا بچے کو شہد چٹانا ہوتا ہے۔

## سوال 42: کیا تحنیک سنتِ رسول ﷺ ہے؟

**جواب:** جی ہاں! تحنیک (گھٹی دینا) حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

**أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ. فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ، وَيُحَنِّكُهُمْ.** (1)

رسول اللہ ﷺ کے پاس نومولود بچے لائے جاتے تو آپ ﷺ ان کے لیے برکت کی دعا فرماتے اور اُنہیں گھٹی دیتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

**وُلِدَ لِي غُلَامٌ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ،**

(1) ١ـ مسلم، الصحيح، كتاب الأدب، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله إلى صالح يحنكه، ٣: ١٦٩١، رقم: ٢١٤٧

٢ـ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه، ٤: ٣٢٨، رقم: ٥١٠٦

٣ـ ابن أبي شيبه، المصنف، ٥: ٣٧، رقم: ٢٣٤٨٤

وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ، وَدَفَعَهُ إِلَيَّ.[1]

میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں اُسے لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اسے کھجور کی گھٹی سے شرف یاب فرمایا۔ اس کے لیے برکت کی دعا کی اور مجھے واپس دے دیا۔

یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔

## سوال 43: تحنیک جسمانی اور روحانی لحاظ سے بچے پر کیا اثرات مرتب کرتی ہے؟

**جواب:** تحنیک سے بچے کے منہ اور زبان کے عضلات، رگیں اور اعصاب متحرک ہو جاتے ہیں اور اس میں دودھ پینے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق پیدائش کے فوری بعد نومولود کے تالو پر سب سے پہلے لگایا جانے والا میٹھا مواد اُسے ذہنی امراض سے بچانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح تحنیک بچے پر روحانی اثرات بھی مرتب کرتی ہے۔ لہٰذا یہ عمل نیک و صالح افراد سے کروانا چاہیے۔ کتبِ حدیث میں یہ مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے گھٹی دلوانے اور اس کا نام رکھوانے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب العقيقة، باب تسمية المولود غداة يولد، لمن لم يعق عنه، وتنحيكه، ۵: ۲۰۸۱، رقم: ۵۱۵۰
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الادب، باب استجاب تحنيك المولود عند ولادته وحمله إلى صالح يحنكه، جواز تسمية......، ۳: ۱۶۹۰، رقم: ۲۱۴۵

کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تاکہ ان کی رگوں میں بھی تقویٰ و صالحیت پیدا ہو۔ آپ ﷺ اس نومولود کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالتے اور یوں اس بچے کے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز پہنچتی وہ آپ ﷺ کا مبارک لعابِ دہن ہوتا تھا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ روایت کرتی ہیں:

**أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ. قَالَتْ: فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتِمٌّ، فَأَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْتُ قُبَاءً فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ فِي حُجْرِهِ. ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيْهِ. فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيْقُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا لَهُ فَبَرَّکَ عَلَيْهِ. وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي الإِسْلَامِ.**[1]

(ان کا بیٹا) عبد اللہ بن زبیر مکہ مکرمہ میں اُن کے بطن میں تھا۔ وہ فرماتی ہیں: ہجرت کے وقت میرے (مدتِ حمل کے) ایام مکمل تھے۔ لہٰذا جب مدینہ منورہ پہنچی اور قبا میں ٹھہری تو وہیں بچے کا تولّد ہوگیا۔ میں اُسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور اسے آپ ﷺ کی گود میں دے دیا۔ آپ ﷺ نے کھجور منگوائی اور اسے چبا کر اُس (عبد اللہ) کے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب العقيقة، باب تسمية المولود غداة يولده لمن لم يعق عنه، تحنيكه، ۵: ۲۰۸۱، رقم: ۵۱۵۲
۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأدب، باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته وحمله إلى صالح يحنكه، ۳: ۱۶۹۱، رقم: ۲۱۴۶

منہ میں رکھ دیا۔ پہلی چیز جو اُس بچے کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا لعابِ دہن تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کے ساتھ اُسے گھٹی دی اور اُس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ (ہجرت کے بعد) اسلام میں پیدا ہونے والا یہ پہلا بچہ تھا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی گھٹی کے اثرات حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی زندگی پر واضح نظر آئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بے شمار فضائل و کمالات کے حامل تھے۔

## سوال 44: بچے کا نام کب رکھا جائے؟

**جواب:** بچے کا نام پیدائش کے فوری بعد اور ساتویں دن تک رکھنا سنت ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**وُلِدَ لِيَ اللَّيْلَةَ غُـلَامٌ، فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ أَبِي، إِبْرَاهِيمَ.** (1)

آج رات میرے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك، ۴: ۱۸۰۷، رقم: ۲۳۱۵

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۹۴، رقم: ۱۳۰۳۷

۳۔ أبو داود، السنن، كتاب الجنائز، باب في البكاء على الميت، ۳: ۱۹۳، رقم: ۳۱۲۶

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۶: ۴۲، رقم: ۳۲۸۸۔

ابراہیم کے نام پر (ابراہیم) رکھا ہے۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے:

**عَقَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ، وَسَمَّاهُمَا وَأَمَرَ أَنْ يُمَاطَ عَنْ رُؤُوْسِهِمَا الْأَذٰى.** (۱)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ان کی پیدائش کے ساتویں دن کیا، اسی دن ان کے نام رکھے اور ان دونوں کے سروں سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے (یعنی اُن کے بال مونڈنے) کا حکم فرمایا۔

## سوال 45: نومولود کا نام رکھنے کا حق کس کا ہے؟

**جواب:** مستحسن یہ ہے کہ والدین باہمی مشورے سے نومولود کا نام رکھیں، لیکن اگر نام کی ناپسندیدگی کی وجہ سے دونوں میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں باپ کا حق مقدم ہے کہ وہ نام رکھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے بیٹے کی پیدائش پر خود ان کا نام رکھا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ سوال میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بیان ہوا ہے۔

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۱۲۷، رقم: ۵۳۱۱
۲۔ حاکم، المستدرك، ۴: ۲۶۴، رقم: ۷۵۸۸
۳۔ بیهقي، السنن الکبری، ۹: ۲۹۹، رقم: ۱۹۰۵۵

## سوال 46: بچے کا نام کیسا رکھنا چاہیے؟

**جواب:** آج کل ناموں کے سلسلے میں بہت افراط وتفریط سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض والدین لاپرواہی کرتے ہیں اور نام رکھتے وقت معنوی لحاظ نہیں رکھتے؛ حالاں کہ اسلامی تعلیمات میں بچوں کے نام رکھنے کے سلسلے میں بھی واضح رہنمائی ملتی ہے۔ ان کی روشنی میں والدین اپنے بچے کا بہتر سے بہتر نام رکھ سکتے ہیں کیوں کہ اچھے یا برے نام بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بچے کا نام رکھتے ہوئے درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ اہل دین کے ناموں سے ماخوذ ہوں جیسے انبیاء کرام علیہم السلام اور سلف صالحین کے نام اور اس میں نیت ان کی محبت اور ان کے ناموں کا اِحیاء ہو۔

صحابیِ رسول حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عزوجل عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ؛ وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ.** (۱)

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۴۵، رقم: ۱۹۰۵۴

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی تغیر الأسماء، ۴: ۲۸۷، رقم: ۴۹۵۰

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الخیل، باب ما یستعب من شیة الخیل، ۶: ۲۱۸، رقم: ۳۵۶۵

۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۳: ۳۷، رقم: ۴۴۰۶

۵۔ أبو یعلی، المسند، ۱۳: ۱۱۳، رقم: ۷۱۶۹

تم انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر (اپنے بچوں کے) نام رکھا کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں۔ اور سب سے سچے نام حارث (کھیتی باڑی کرنے والا) اور ہمام (متحرک) ہیں جب کہ سب سے برے نام حرب (جنگ جُو) اور مرۃ (کڑوا) ہیں۔ (یعنی ایسے نام رکھنے سے پرہیز کیا جائے جن کے مفہوم میں اسلام کی تعلیمات سے مطابقت نہ ہو)۔

۲۔ بچے کا نام معنوی اعتبار سے خوبصورت اور بامعنی ہو کیوں کہ نام انسان کی شخصیت کی عکاسی کرتا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ، فَحَسِّنُوا أَسْمَاءَكُمْ.(۱)

تم قیامت کے دن اپنے ناموں سے اور اپنے باپ کے ناموں سے پکارے جاؤ گے۔ لہٰذا اپنے (اور اپنے بچوں کے) نام خوبصورت رکھا کرو۔

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۴، رقم: ۲۱۷۳۹
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، ۴: ۲۸۷، رقم: ۴۹۴۸
۳۔ دارمي، السنن، ۲: ۳۸۰، رقم: ۲۶۹۴
۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۱۳۵، رقم: ۱۵۱۸
۵۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۹: ۳۰۶، رقم: ۱۹۰۹۱

۳۔ نام زبان پر ہلکا اور اس کی ادائیگی آسان ہونی چاہیے۔

## سوال 47: کیا بچے کا نام حضور نبی اکرم ﷺ کے نام پر رکھنا جائز ہے؟

**جواب:** جی ہاں! بچے کا نام حضور نبی اکرم ﷺ کے نام پر رکھنا یا آپ ﷺ کے نام کو بچے کے نام کا جزو بنانا جائز ہے۔ یہ آپ ﷺ سے نہ صرف محبت کی علامت ہے بلکہ باعثِ خیر و برکت بھی ہے۔

۱۔ حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُوْدٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا تَبَرُّكًا بِهِ، كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهُ فِي الْجَنَّةِ.(۱)

جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ (میرے نام) ’محمد‘ سے برکت حاصل کرنے کی نیت سے اس کا نام محمد رکھے تو وہ اور اس کا بیٹا (دونوں) جنت میں داخل ہوں گے۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَمّٰى وَلَدَهُ بِاسْمِي حُبًّا لِي، كَانَ هُوَ وَوَلَدُهُ مَعِي فِي الْجَنَّةِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن بكير، فضائل التسمية بأحمد ومحمد: ۴۰، رقم: ۳۰

۲۔ مناوي، فيض القدير، ۶: ۲۳۷

۴۔ عجلوني، كشف الخفاء، ۲: ۳۷۵، رقم: ۲۶۴۴

(۲) ابن بكير، فضائل التسمية بأحمد ومحمد: ۲۱، رقم: ۷

جس شخص نے میری محبت میں اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر (محمد) رکھا تو وہ اور اس کا بیٹا (دونوں) میرے ساتھ جنت میں ہوں گے۔

۳۔ ایک روایت میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

**إِذَا سَمَّيْتُمْ مُحَمَّدًا فَلَا تَضْرِبُوْهُ وَلَا تَحْرِمُوْهُ.** (۱)

جب تم (اپنے کسی بچے کا) نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ ہی (کسی شے سے) محروم کرو۔

یہ اِسم رسالت کا تقدس ہے کہ جب بچے کا نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک پر رکھا جائے تو اس کی تعظیم و تکریم کی جائے۔

۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**إِذَا سَمَّيْتُمُ الْوَلَدَ مُحَمَّدًا فَأَكْرِمُوْهُ وَأَوْسِعُوا لَهُ الْمَجْلِسَ وَلَا تُقَبِّحُوا لَهُ وَجْهًا.** (۲)

---

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۹: ۳۲۷، رقم: ۳۸۸۳
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲: ۳۴۶
۳۔ هندی، کنز العمال، ۱۶: ۱۷۴، رقم: ۴۵۱۹۷
۴۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۹: ۱۰

(۲) ۱۔ ابن بکیر، فضائل التسمیة بأحمد ومحمد: ۳۴، رقم: ۲۶
۲۔ هندي، کنز العمال، ۱۶: ۱۷۴، رقم: ۴۵۱۹۸
۳۔ ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح، ۹: ۱۰
۴۔ مناوی، فیض القدیر، ۱: ۳۸۵

جب تم (اپنے کسی) بچے کا نام محمد رکھو تو (میری نسبت سے) اُس کی تکریم کرو، مجلس میں اس کے لیے جگہ چھوڑو اور اس کے چہرے کو برا نہ جانو۔

## سوال 48: کیا بچے کا نام حضور ﷺ کی کنیت پر بھی رکھا جا سکتا ہے؟

**جواب:** جی ہاں! بچے کا نام حضور نبی اکرم ﷺ کی کنیت کے طور پر بھی رکھا جا سکتا ہے۔ تاہم آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ کی کنیت کو بطور نام استعمال کرنے کی ممانعت تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا:

إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟[1]

آپ ﷺ کے بعد اگر میرے ہاں بیٹا پیدا ہو تو کیا میں اس کا نام اور کنیت آپ کے نام اور کنیت پر رکھ لوں؟

ان کے سوال کے جواب میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! رکھ لینا۔

## سوال 49: کیا اچھے اور برے نام بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں؟

**جواب:** جی ہاں! اچھے اور برے نام بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں، اسی لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے بُرے نام رکھنے سے منع فرمایا اور اچھے نام رکھنے کی تلقین

---

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب فى الرخصة فى الجمع و بينهما، ۴: ۲۹۲، رقم: ۴۹۶۷

۲۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۹: ۳۰۹، رقم: ۱۹۱۱۲

فرمائی ہے۔

۱۔ حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر (اپنے بچوں کے) نام رکھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں، اور سب سے سچے نام حارِث (کھیتی باڑی کرنے والا) اور ہمام (متحرک) ہیں جبکہ سب سے برے نام حرب (جنگ جُو) اور مُرّۃ (کڑوا) ہیں (یعنی ایسے نام رکھنے سے پرہیز کریں جن کے مفہوم میں اسلام کی تعلیمات سے مطابقت نہ ہو)۔[۱]

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ ابْنَةً لِعُمَرَ رضی اللہ عنہ كَانَتْ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ. فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ جَمِيْلَةَ.[۲]

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۴۵، رقم: ۱۹۰۵۴
۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، ۴: ۲۸۷، رقم: ۴۹۵۰
۳۔ نسائي، السنن، كتاب الخيل، باب ما يستحب من شية الخيل، ۶: ۲۱۸، رقم: ۳۵۶۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الآداب، باب استِحباب تَغْيِيرِ الِاسْمِ القبيحِ إلى حَسَن وَتَغْيِيرِ اسْمِ بَرَّةَ إلى زَيْنَبَ وَجُوَيْرِيَةَ وَنَحْوِهِمَا، ۳: ۱۶۸۷، رقم: ۲۱۳۹
۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب تغيير الأسماء، ۲: ۱۲۳۰، رقم: ۳۷۳۳
۳۔ دارمي، السنن، ۲: ۳۸۱، رقم: ۲۶۹۷۔

حضرت عمر ﷺ کی ایک صاجزادی کا نام عاصیہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔

ابن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کے والد حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

مَا اسْمُکَ؟

تمہارا نام کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا:

حَزْنٌ.

حزن (یعنی غم)۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَنْتَ سَهْلٌ.

(نہیں بلکہ) تم سہل ہو۔

انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے اس نام کو نہیں بدلوں گا جو میرے باپ نے رکھا ہے۔ حضرت سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ اُس کے بعد حزن و ملال ہمارے خاندان کی قسمت ہو کر رہ گیا۔[1]

ابن مسیّب ﷺ سے ہی مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق ﷺ کے پاس ایک

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الأدب، باب اسم الحزن، ۵:۲۲۸۸، رقم:۵۸۳۶

شخص آیا:

**فقال لهٗ عمر: ما اسمک؟ قال: جمرة. فقال: بن من؟ قال: بن شهاب، قال: من أينَ أنت؟ قال: من الحرقة. قال: أين تمسکن؟ قال: حرة النار. قال: بأيها؟ قال: بذات اللظي. فقال عمر: أدرک بالحي لا يحترقوا.**(۱)

حضرت عمر فاروق ﷺ نے اس سے اس کا نام پوچھا۔ تو اس نے کہا: جمرہ (انگارہ)۔ پھر آپ نے پوچھا: تمہارے والد کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: شعاب (شعلہ)۔ آپ نے پوچھا: کہاں سے ہو؟ اس نے کہا: حرقہ (آگ) سے۔ پھر آپ نے پوچھا: تمہاری منزل کہاں ہے؟ اس نے کہا: حرۃ النار۔ آپ نے یہ سب کچھ سن کر فرمایا: جاؤ تمہارا گھر جل گیا ہے۔ جب وہ گیا تو واقعتاً ایسا ہو چکا تھا۔

## سوال 50: کیا بچے کا نام رکھ کر تبدیل کیا جاسکتا ہے؟

**جواب:** جی ہاں! اگر بچے کے نام کا معنی اچھا نہ ہو اور وہ اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اسے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ ﷺ سے مروی ہے:

**إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُغَيِّرُ الِاسْمَ الْقَبِيحَ.**(۲)

---

(۱) ۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۱: ۴۳، رقم: ۱۹۸۶۴

۲۔ شیبانی، اللباب في تهذيب الأنسباب، ۲: ۲۶۳

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الأدب، باب ما جاء فی تغيير الأسماء، ـــــ

حضور نبی اکرم ﷺ (جب کسی شخص یا بچے کا برا نام دیکھتے تو اس کا) برا نام تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔

## سوال 51: کیا شریعت میں نام بگاڑنے کی ممانعت آئی ہے؟

**جواب:** جی ہاں! بچوں کو مغربی طرز پر یا مسخ شدہ ناموں سے نہیں پکارنا چاہیے مثلاً محمد کی جگہ مہمد، سلیمان کی جگہ سلی؛ اسی طرح فاطمہ کی بجائے فطی وغیرہ۔ شریعت میں اس طرح نام بگاڑنے کی ممانعت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ.[1]

اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو۔

لہٰذا کلیتًا نام بگاڑنے سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے حماقت و جہالت اور بدبختی و بدنصیبی کا مفہوم نکلتا ہو۔

## سوال 52: شریعت کی رُو سے نومولود کے سر سے بال کب اُتارے جائیں؟

**جواب:** نومولود کی پیدائش کے ساتویں دن اس کا سر منڈوانا مسنون ہے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

عَقَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ يَوْمَ السَّابِعِ وَسَمَّاهُمَا،

---

........ ۵: ۱۳۵، رقم: ۲۸۳۹

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۵: ۲۶۱، رقم: ۲۵۸۹۶

(۱) الحجرات، ۴۹: ۱۱

وَأَمَرَ أَنْ يُمَاطَ عَنْ رُؤُوسِهِمَا الْأَذٰى.[1]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ان کی پیدائش کے ساتویں دن کیا، اسی دن ان کے نام رکھے اور ان دونوں کے سروں سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے (یعنی اُن کے بال اُتارنے) کا حکم فرمایا۔

## سوال 53: کیا نومولود کے بالوں کے وزن کے مطابق صدقہ کرنا ضروری ہے؟

**جواب:** جی ہاں! نومولود کے بالوں کے وزن کے مطابق صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَقَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ. وَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ احْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصَدَّقِي بِزِنَةِ شَعْرِهِ فِضَّةً. قَالَ: فَوَزَنَتْهُ فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا أَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ.[2]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقے میں ایک بکری

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۱۲۷، رقم: ۵۳۱۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۶۴، رقم: ۷۵۸۸
۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹: ۲۹۹، رقم: ۱۹۰۵۵

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الأضاحي، باب العقیقة بشاة، ۴: ۹۹، رقم: ۱۵۱۹
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۶۵، رقم: ۷۵۸۹
۳۔ ابن أبي شیبه، المصنف، ۵: ۱۱۳، رقم: ۲۴۲۳۴

ذبح کی اور فرمایا: فاطمہ! ان کے سر کے بال اُتارو اور اُن بالوں کا وزن کر کے اتنے وزن کی چاندی خیرات کر دو۔ لہٰذا ہم نے ان کے بالوں کا وزن کیا۔ بال ایک درہم کے برابر تھے یا ایک درہم سے کچھ کم تھے۔

حضرت علی ﷺ (زین العابدین) اپنے والد (امام حسین ﷺ) سے روایت کرتے ہیں:

وَزَنَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ شَعْرَ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ، وَزَيْنَبَ، وَأُمِّ كُلْثُومٍ، فَتَصَدَّقَتْ بِزِنَةِ ذٰلِكَ فِضَّةً.(1)

سیدہ فاطمۃ الزہرا ﷺ نے امام حسن، امام حسین، سیدہ زینب اور سیدہ امّ کلثوم ﷺ کے بالوں کا وزن کیا اور اُن کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔

## سوال 54: عقیقہ کسے کہتے ہیں اور شرعاً عقیقہ کب کرنا چاہیے؟

**جواب:** عقیقہ عربی زبان کے لفظ عَقَّ سے ہے اور اس کے لغوی معانی کاٹنے اور ذبح کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں نومولود کی جانب سے اس کی پیدائش کے ساتویں دن جو جانور ذبح کیا جائے اسے عقیقہ کہتے ہیں۔ عقیقہ مسنون عمل ہے۔

حضرت سلمان بن عامر الضبی ﷺ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ

---

(1) ١۔ مالك، الموطأ، كتاب العقيقة، باب ما جاء في العقيقة، ٢: ٥٠١، رقم: ١٠٦٧

٢۔ بيهقى، السنن الكبرى، ٩: ٣٠٤، رقم: ١٩٠٧٩

٣۔ بيهقى، شعب الايمان، ٦: ٣٩٢، رقم: ٨٦٢٩

کو فرماتے ہوئے سنا:

**مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ. فَأَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيْطُوْا عَنْهُ الْأَذٰى.** (۱)

بچہ کے پیدا ہونے پر عقیقہ (اس کا حق) ہے۔ تم اس کی طرف سے (صدقہ کے جانور کا) خون بہاؤ اور اس سے مصائب و آلام کو دور کرو۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**كُلُّ غُلَامٍ رَهِيْنَةٌ بِعَقِيْقَتِهٖ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ وَيُحْلَقُ وَيُسَمّٰى.** (۲)

ہر بچہ اپنا عقیقہ ہونے تک گروی ہے، اس کی جانب سے ساتویں روز جانور ذبح کیا جائے گا، اس دن اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کا سر منڈوایا جائے گا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب العقیقة، باب إماطة الأذى عن الصبی فی العقیقة، ۵: ۲۰۸۲-۲۰۸۳، رقم: ۵۱۵۴

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الأضاحي، باب الأذان في أذن المولود، ۴: ۹۷، رقم: ۱۵۱۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الذبائح، باب العقیقة، ۲: ۱۰۵۶، رقم: ۳۱۶۴

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۱۱، رقم: ۱۹۶۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۷، رقم: ۲۰۰۹۵

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة، ۳: ۱۰۶، رقم: ۲۸۳۸

۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۱۱، رقم: ۱۹۶۹

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۲۰۱، رقم: ۶۸۳۰

## سوال 55: کیا عقیقہ کے دن ہی بچے کے سر کے بال اُتروانا ضروری ہیں؟

**جواب:** جی نہیں! عقیقہ کے دن ہی بچے کے سر کے بال منڈوانا ضروری نہیں ہیں۔ عقیقہ تو بچے کی پیدائش کے ساتویں دن یا مالی استطاعت کے مطابق کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے جب کہ بچے کے سر کے بال ساتویں دن اُتروانا سنت ہے۔ جیسا کہ حسنین کریمین علیہما السلام کی پیدائش کے موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے۔

## سوال 56: لڑکی اور لڑکے کے عقیقہ میں کیا فرق ہے؟

**جواب:** لڑکی اور لڑکے کے عقیقہ میں فرق یہ ہے کہ لڑکی کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری/بکرا جبکہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں/بکرے ذبح کیے جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت اُمِّ کُرز رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

**أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنِ الْعَقِيْقَةِ؟ فَقَالَ: عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْأُنْثٰى وَاحِدَةٌ، وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَمْ إِنَاثًا.** (1)

---

(1) ١۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٦:٤٢٢، رقم: ٢٧٤١٣

٢۔ أبو داود، السنن، كتاب الضحايا، باب في العقيقة، ٣:١٠٥، رقم: ٢٨٣٥

٣۔ ترمذي، السنن، كتاب الأضاحي، باب الأذان في أذن المولود، ٤:٩٨، رقم: ١٥١٦

٤۔ نسائي، السنن، كتاب العقيقة، باب كم يعق عن الجارية، ٧: ١٦٥، رقم:٤٢١٨

٥۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الذبائح، باب العقيقة، ٢:١٠٥٦، رقم: ٣١٦٢

اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔ اُن کا نر یا مادہ ہونا کچھ نقصان نہیں دیتا۔

**سوال 57: اگر والدین کی مالی حالت مستحکم نہ ہو تو کیا صاحبِ استطاعت اولاد خود اپنا عقیقہ کر سکتی ہے؟**

**جواب:** جی ہاں! اگر والدین کی مالی حالت غیر مستحکم ہو یا عقیقہ کے مسائل سے لاعلمی کی وجہ سے اپنی زندگی میں اولاد کا عقیقہ نہ کر سکے ہوں تو بعد ازاں صاحبِ استطاعت اولاد خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتی ہے۔

**سوال 58: عقیقہ کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کیا ہے؟**

**جواب:** عقیقہ کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں: ایک غریبوں کے لیے، ایک رشتہ داروں کے لیے اور ایک اپنے لیے؛ تاہم ضرورت ہو تو اپنے لیے زیادہ بھی رکھ سکتے ہیں اور ضرورت کم ہو تو اپنا حصہ دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔ خواہ گوشت تقسیم کریں یا پکا کر کھلائیں دونوں طرح جائز ہے۔

**سوال 59: کیا بچے کا ختنہ کروانا ضروری ہے؟ شرعاً بچے کا ختنہ کب کروایا جائے؟**

**جواب:** جی ہاں! بچے کا ختنہ کروانا ضروری ہے۔ یہ تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے اور ان کی اتباع اور اقتداء تمام مسلمان کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ: اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْآبَاطِ.[1]

پانچ اُمور فطری ہیں: ختنہ کروانا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں چھوٹی کروانا، ناخن کٹوانا اور بغل کے بال صاف کرنا۔

اسلام میں ختنہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ جب کوئی شخص مسلمان ہو اور اس کے ختنے نہ ہوئے ہوں تو اس پر ختنہ اور غسل واجب ہے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور ابو داؤد نے عثیم بن کلیب کے حوالے سے ان کے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلْقِ عَنْکَ شَعْرَ الْکُفْرِ وَاخْتَتِنْ.[2]

تم اپنے جسم سے کفر کے بال اُتارو اور ختنہ کراؤ۔

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار، ۵: ۲۲۰۹، رقم: ۵۵۵۲

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲۴: ۱۶۳، رقم: ۱۵۴۳۲

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الطھارۃ، باب في الرجل یسلم فیؤمر بالغسل، ۱: ۱۳۹، رقم: ۳۵۶

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۶: ۱۰، رقم: ۹۸۳۵

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۳۹۵، رقم: ۹۸۲

## سوال 60: نظرِ بد کی حقیقت کیا ہے؟

**جواب:** نظر بد یا نظر لگنا ایک قدیم تصور ہے جو دنیا کی مختلف اقوام میں پایا جاتا ہے۔ اسلام کے صدرِ اوّل میں دشمنانِ اسلام نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے عرب کے ان لوگوں کی خدمات لینے کا ارادہ کیا جو نظر لگانے میں شہرت رکھتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ جس چیز کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے دیکھتے ہیں ان کے دیکھتے ہی وہ چیز تباہ ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور ان بدنیتوں کے تمام حربے ناکام ہوگئے۔ ان کی اس شر انگیزی کو قرآن نے اس طرح سے بیان کیا ہے:

وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ۝(1)

اور بے شک کافر لوگ جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ آپ کو اپنی (حاسدانہ بد) نظروں سے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۝

اس آیت میں نظرِ بد کے نقصان اور اس کے اثر انداز ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ نظرِ بد کسی دوسرے انسان کے جسم و جان پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) القلم، ٦٨: ٥١

اَلْعَيْنُ حَقٌّ.[1]

نظر کا لگ جانا حقیقت ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَيْنُ حَقٌّ. وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ. وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا.[2]

نظر حق ہے۔ اگر کوئی شے تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر ہے۔ جب تم سے (نظر کے علاج کے لیے) غسل کرنے کے لیے کہا جائے تو غسل کر لو۔

## سوال 161: اگر بچے کو نظرِ بد لگ جائے تو کیا اُسے دم کرنا جائز ہے؟

**جواب:** جی ہاں! بچے کو نظر بد لگنے کی صورت میں اسے دم کرنا جائز ہے کیوں کہ اس طرح نظر بد کے اثرات زائل ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے بچاؤ کے دَم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دَم کے متعلق سوال کیا گیا تو اُنھوں نے فرمایا:

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب العین حق، ۵: ۲۱۶۷، رقم: ۵۴۰۸

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب السلام، باب الطب والمرض والسرقی، ۴: ۱۷۱۹، رقم: ۲۱۸۸

رُخِّصَ فِي الْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ وَالْعَيْنِ. (۱)

(حضور نبی اکرم ﷺ نے تین چیزوں کے لیے) دَم کی اجازت دی ہے: نظرِ بد، بچھو کے کاٹنے پر اور پھوڑے پھنسی کے لیے۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، أَوْ: أَمَرَ، أَنْ يُسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ. (۲)

مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ نظرِ بد کا دم کیا کرو۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے میرے گھر کے اندر ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر نشانات تھے۔ ارشاد فرمایا:

اسْتَرْقُوا لَهَا، فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ. (۳)

اس پر کچھ پڑھ کر دم کرو کیوں کہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔

حضرت عبید بن رفاعہ زرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اَسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض گذار ہوئیں: یا رسول اللہ! جعفر کی اولاد کو جلد نظر لگ جاتی ہے، کیا میں انہیں دم کرا سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة، ۴: ۱۷۲۵، رقم: ۲۱۹۶

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب رقیة العین، ۵: ۲۱۶۶، رقم: ۵۴۰۶

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب رقیة العین، ۵: ۲۱۶۶، رقم: ۵۴۰۷

نَعَمْ! فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقُ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ.[۱]

جی ہاں! اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو وہ نظرِ بد ہوتی۔

## سوال 62: بچے کو نظرِ بد سے بچانے کا طریقہ کیا ہے؟

**جواب:** بچے کو نظر بد سے بچانے کا طریقہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق درج ذیل ہے:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ، وَيَقُوْلُ: إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَقَ: أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.[۲]

حضور نبی اکرم ﷺ امام حسن و حسین علیہما السلام کو (خصوصی طور پر) کلماتِ تعوذ کے ساتھ دم کرتے اور فرماتے: تمہارے جد امجد (ابراہیم علیہ السلام بھی) اپنے دونوں صاحبزادوں - اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام - کو اِن کلمات کے ساتھ دم

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۳۸، رقم: ۲۷۵۱۰

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الطب، باب فی الرقیة من العین، ۴: ۳۹۵، رقم: ۲۰۵۹

۳۔ طبرانی، العمجم الکبیر، ۲۴: ۱۴۲، رقم: ۳۷۷

۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹: ۳۴۸، رقم: ۲۰۰۷۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان في المشي، ۳: ۱۲۳۳، رقم: ۳۱۹۱

۲۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی القرآن، ۴: ۲۳۵، رقم: ۴۷۳۷

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الطب، باب (۸)، ۴: ۳۹۶، رقم: ۲۰۶۰

کیا کرتے تھے: ﴿أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ﴾ ’کامل کلمات کے ذریعے ہر (وسوسہ اندازی کرنے والے) شیطان اور بلا سے اور ہر نظرِ بد سے پناہ مانگتا ہوں‘۔

نظرِ بد کے علاج کے لیے معوذتین پڑھ کر دم کیا جائے اور یہ دعا بھی کی جائے جو حدیث مبارک سے ثابت ہے۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ بیمار ہوتے تو جبرائیل علیہ السلام آکر آپ ﷺ کو دم کرتے اور یہ کلمات کہتے:

بِاسْمِ اللهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ.(۱)

اللہ کے نام کے ساتھ! وہ آپ کو تندرست کرے گا اور ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے گا اور حسد کرنے والے حاسد کے ہر شر سے اور نظر لگانے والی آنکھ کے ہر شر سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھے گا۔

۳۔ قرآن مجید کی آخری دو سورتوں یعنی ’معوذتین‘ کے ذریعے بھی نظر بد کا علاج کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْفُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ فِي الْمَرْضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهٖ لِبَرَكَتِهَا.(۲)

---

(۱) مسلم، الصحیح، ۴: ۱۷۱۸، رقم: ۲۱۸۵

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات، ۵: ۲۱۶۵، رقم: ۵۴۰۳

حضور نبی اکرم ﷺ مرضِ وصال میں معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں انہیں پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کیا کرتی اور با برکت ہونے کے باعث آپ ﷺ کے دستِ اقدس کو آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پھیرا کرتی۔

## سوال 63: نومولود بچوں کی وفات پر صبر کرنے کا اجر کیسا ہے؟

**جواب:** اللہ تعالیٰ نومولود بچوں کی وفات پر صبر کرنے والے والدین کو بطور صلہ جنت عطا فرمائے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**إِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبدِ قَالَ اللهُ لِمَلَائِكَتِهِ: قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِي! فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ: قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ، فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِيُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ، فَيَقُوْلُ اللهُ إِبْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ.** (۱)

جب کسی آدمی کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ کیا تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کی ہے؟ وہ اثبات میں جواب دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تم نے اس کے دل کے پھل کو قبض کیا ہے؟ وہ اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب فضل المصيبة إذا احتسب، ۳: ۳۴۱، رقم: ۱۰۲۱

ہے: میرے بندے نے کیا کہا: وہ جواب دیتے ہیں۔ اس نے تیری حمد و ثنا بیان کی اور **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن** کے کلمات ادا کیے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میرے بندے کے لیے جنت میں گھر تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُسْلِمٍ، يُتَوَفّٰى لَهُ ثَلَاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ، بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.**(۱)

مسلمانوں میں سے جس کے تین ایسے بیٹے فوت ہو جائیں جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ تعالیٰ بچوں پر فضل و رحمت کے باعث اُس شخص کو جنت میں داخل فرما دے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ، إِلَّا الْجَنَّةُ.**(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، ۱: ۴۲۱، رقم: ۱۱۹۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۸۳، رقم: ۱۷۶۷

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب من يتوفى له ثلاثه، ۴: ۲۴، رقم: ۱۸۷۳

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب العمل الذي يبغى به وجه الله، ـــــ

میرے ہاں میرے مومن بندے کے لیے اس کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں ہے کہ جب میں اہل دنیا میں سے اس کے محبوب انسان کی روح قبض کرلوں اور وہ اس کی وفات پر صبر کرے تو اس کو جنت عطا کر دوں۔

## سوال 64: کیا فوت شدہ بچہ وراثت کا حق دار ہوگا؟

**جواب:** جی نہیں! اگر نومولود مردہ حالت میں پیدا ہوتو وہ وراثت کا حق دار نہیں ہوگا لیکن اگر بچہ زندہ پیدا ہو کر فوت ہو جائے تو اس صورت میں وہ وراثت کا حق دار ہوگا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ اور مسور بن مخرمہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**لَا يَرِثُ الصَّبِيُّ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ صَارِخًا. قَالَ: وَاسْتِهْلَالُهُ أَنْ يَبْكِيَ وَيَصِيْحَ أَوْ يَعْطِسَ.** (1)

بچہ اس وقت تک وارث نہ ہوگا جب تک کہ زور سے نہ چلائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ چیخے یا چھینکے یا روئے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

.........۱ ۲۳۶: ۵، رقم: ۶۰۶۰

(۱) ابن ماجہ، السنن، کتاب الفرائض، باب إذا استهل المولود ورث، ۲: ۹۱۹، رقم: ۲۷۵۱

إِذَا اسْتَهَلَ الْمَوْلُوْدُ وُرِّثَ.[1]

بچہ جب چلائے تو وراثت کا حق دار ہوگا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

لو مات إنسان ووارثه حمل في البطن يوقف له الميراث. فإن خرج حيًا كان له وإن خرج ميتًا فلا يورث منه بل لسائر ورثة الأوّل.[2]

اگر کوئی انسان فوت ہو جائے اور اس کا وارث حمل ہو تو اس کی وراثت کی تقسیم کو موقوف رکھا جائے گا، اگر وہ زندہ حالت میں پیدا ہوا تو اس کا وارث ہوگا اور اگر مردہ حالت میں پیدا ہوا تو وارث نہ ہوگا بلکہ دیگر ورثا ہی وارث ہوں گے۔

## سوال 65: بیٹی کی پیدائش پر خوشی منانا کیسا ہے؟

**جواب:** بیٹی کی پیدائش پر خوشی منانا جائز اور مستحب عمل ہے۔ کیوں کہ بیٹی اللہ تعالیٰ کی طرف سے والدین کے لیے باعث خیر و برکت ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الفرائض، باب فی المولود یستهل ثم یموت، ۳:۱۲۸، رقم: ۲۹۲۰

۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۶:۲۵۷، رقم: ۱۲۲۶۵

(۲) ملا علی القاری، مرقاۃ المفاتیح، ۶:۲۱۳، رقم: ۳۰۵۰

إِذَآ وُلِدَتِ الْجَارِيَةُ، بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهَا مَلَكاً يَزُقُّ الْبَرَكَةَ زَقًّا: يَقُوْلُ: ضَعِيْفَةٌ خَرَجَتْ مِنْ ضَعِيْفٍ الْقَيِّمُ عَلَيْهَا مُعَانٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِذَا وُلِدَ الْغُلَامُ، بَعَثَ اللهُ إِلَيْهِ مَلَكاً مِنَ السَّمَآءِ، فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَقَالَ: اللهُ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ.(۱)

جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو جلدی سے خیر و برکت کی خبر دیتا ہے اور کہتا ہے: ایک کمزور جان، کمزور انسان کے پیٹ سے نکلی ہے، اور اس کے متولی کی قیامت کے دن تک مدد کی جائے گی۔ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کی پیشانی کو چومتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کی پیدائش اور اُن کے وجود کو باعثِ عار اور مصیبت سمجھتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس طرزِ عمل کو مسترد کرتے ہوئے بیٹیوں کے ہونے پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَكْرَهُوا الْبَنَاتَ، فَإِنَّهُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْغَالِيَاتُ.(۲)

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۲۶۵، رقم: ۳۱۰۱
۲۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۵۶، رقم: ۱۳۴۸۳

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۱، رقم: ۱۷۴۱۱
۲۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۱۷: ۳۱۰، رقم: ۸۵۶
۳۔ ابن أبی الدنيا، العيال، ۱: ۲۴۳، رقم: ۹۷
۴۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۱۵۶

تم بیٹیوں کے ہونے کو ناپسند نہ کیا کرو، بے شک وہ (والدین) کی غم خوار اور لائقِ احترام ہوتی ہیں۔

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے صالح بیان کرتے ہیں کہ جب اُن کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوتی تو وہ فرماتے کہ انبیاء بیٹیوں کے باپ تھے۔ نیز فرماتے کہ بیٹیوں کے متعلق جو کچھ (قرآن وسنت میں) آیا ہے، وہ تمہیں معلوم ہی ہے۔[1]

یعقوب بن بختان فرماتے ہیں:

ولد لي سبع بنات، كلما ولد لي ابنة دخلت على أحمد بن حنبل، فيقول لي: يا أبا يوسف: الأنبياء آباء بنات.[2]

میرے ہاں سات بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جب بھی میرے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو میں امام احمد بن حنبل کے پاس جاتا اور وہ مجھ سے فرماتے: اے ابو یوسف! انبیاء علیہم السلام بیٹیوں کے باپ تھے۔

## سوال 66: بیٹیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کرنے والے کو حضور ﷺ نے کیا بشارت دی ہے؟

**جواب:** بیٹیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کرنے والے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے۔ اس کا مستحق وہ شخص بنے گا جس کا طرزِ عمل بیٹیوں کی تعلیم و تربیت اور پرورش میں آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہوگا اور انہیں عصری

(۱) ابن القيم، تحفة المودود بأحكام المولود، ۱: ۲۶

(۲) ابن قيم، تحفة المودود بأحكام المولود، ۱: ۲۶

علوم کے ساتھ ساتھ شرعی علوم بھی سکھائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**مَنْ عَالَ ثَـلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ، وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ.** (۱)

جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، اُن کی اخلاقی تربیت کی، پھر اُن کی شادی کی اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہا تو اُس کے لیے جنت واجب ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**مَا مِنْ رَجُلٍ تُدْرِکُ لَهُ ابْنَتَانِ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا، مَا صَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا إِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ.** (۲)

جس شخص کی دو بیٹیاں ہوں، جب تک وہ اُس کے پاس رہیں یا وہ اُن

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب في فضل من عال يتيما، ۴:۳۳۸، رقم: ۵۱۴۷

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳:۹۷، رقم: ۱۱۹۴۳

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶:۴۰۴، رقم: ۸۶۷۶

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳، رقم: ۳۴۲۴

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأدب، باب بر الوالد والإحسان إلی البنات، ۲:۱۲۱۰، رقم: ۳۶۷۰

۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۹۶، رقم: ۷۳۵۱

۴۔ طبراني، المعجم الکبير، ۱۰: ۳۳۷، رقم: ۱۰۸۳۶

کے ساتھ رہے اور (اس دوران) وہ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں لے جائیں گی۔

حضرت ابو سعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوِ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ.** (۱)

جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں، وہ اُن سے اچھا سلوک کرے اور اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لیے جنت ہے۔

والدین کو چاہیے کہ بیٹیوں کی پرورش اور اچھی تعلیم و تربیت پر خرچ کرنے کو بوجھ سمجھتے ہوئے ہرگز پریشان نہ ہوں بلکہ ان اُمور کی انجام دہی کو اپنے لیے باعثِ سعادت اور خوش بختی سمجھیں کیوں کہ خوش اُسلوبی سے تمام کام سرانجام دینے والے کے لیے حدیث مبارک میں قیامت کے روز حضور نبی اکرم ﷺ کی سنگت کی بشارت ہے۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ، وَضَمَّ**

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب البر والصلة والآداب، باب ما جاء في النفقة على البنات والأخوات، ۴:۳۲۰، رقم: ۱۹۱۶

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۲:۱۸۹-۱۹۰، رقم: ۴۴۶

۳۔ حميدي، المسند، ۲:۳۲۳، رقم: ۷۳۸

أَصَابِعَهُ.(۱)

جس شخص نے دو بچیوں کی بلوغت تک پرورش کی، قیامت کے دن میں اور وہ (اس طرح اکٹھے) آئیں گے۔ (یہ فرماتے ہوئے) آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا دیا۔

کتبِ احادیث میں وارد فرامین رسول ﷺ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بیٹیوں کی بہتر تعلیم و تربیت اور پرورش کرنا نہ صرف والدین کا دینی فریضہ ہے بلکہ باعث اجر و ثواب بھی ہے اور اس میں یہ حکمت بھی کارفرما ہے کہ بیٹی کی گود مستقبل میں ایک درس گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر اس کی تعلیم و تربیت اسلامی خطوط پر ہوگی تو وہ نسلِ نو کی تعلیم و تربیت کا فریضہ بخوبی سرانجام دے سکے گی۔

## سوال 67: کیا گزشتہ اَدوار کی طرح آج بھی بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے؟

**جواب:** جی ہاں! ماضی کی طرح آج بھی بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے جو تعلیماتِ اسلام کے منافی اور جاہلانہ روش ہے۔ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ بیٹے کی پیدائش پر دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے خوش خبری عزیز و اقارب کو تو سنائی جاتی ہے لیکن اس کے برعکس اگر بیٹی پیدا ہو جائے تو

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الإحسان إلی البنات، ۴: ۲۰۲۷، رقم: ۲۶۳۱

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۵: ۲۲۲، رقم: ۲۵۴۳۹

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۱۷۶، رقم: ۵۵۷

زبان سے کچھ نہ بھی کہیں لیکن غم و پریشانی کے آثار چہروں سے عیاں ہوتے ہیں۔ بعض لوگ تو برملا اس کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں کہ جب شوہر کو ایک یا دو بیٹیوں کی پیدائش کی خبر ملتی ہے تو وہ بیوی سے ناراض ہوکر یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ آئندہ لڑکی پیدا ہوئی تو میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ اس قسم کا رویہ دورِ جاہلیت کی عکاسی کرتا ہے جسے قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ○ يَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ○[1]

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے○ وہ لوگوں سے چُھپا پھرتا ہے (بزعمِ خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے، (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے)، خبردار! کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں○

حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اولاد میں امتیازی سلوک روا رکھنے کو ناپسند فرمایا اور ان سے برتاؤ کرنے کے معاملے میں عدل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

(۱) النحل، ۱۶: ۵۸-۵۹

كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ رَجُلٌ، فَجَاءَ بُنٌ لَهُ، فَقَبَّلَهُ وَأَجْلَسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ، ثُمَّ جَاءَتْ بِنْتٌ لَهُ، فَأَجْلَسَهَا إِلٰى جَنْبِهِ. قَالَ: فَهَلَّا عَدَلْتَ بَيْنَهُمَا.(1)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر تھا کہ اُس شخص کا بیٹا اُس کے پاس آیا۔ اُس شخص نے اُسے چوما اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پھر اُس کی بیٹی آئی تو اُس نے اُسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اِن دونوں کے درمیان عدل کیوں نہیں کیا؟

## سوال 68: بیٹی کی پیدائش میں عورت کس حد تک قصور وار ہے؟

**جواب:** بچی کی پیدائش میں عورت بالکل بھی قصوروار نہیں کیوں کہ بچوں کی پیدائش کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس میں نہ کسی کے ارادے کا عمل دخل ہے اور نہ کسی کی خواہش اور آرزو کا۔ یہ بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کس کے حق میں لڑکی بہتر ہے اور کس کے حق میں لڑکا۔ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ اس کے فیصلے کو بدل دے یا اس پر اثر انداز ہو۔

قرآن مجید میں ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا

(1) ١۔ طحاوي، شرح معاني الآثار، ۴:۸۹،
٢۔ تمام رازي، الفوائد، ٢:٢٣٧، رقم:١٦١٦
٣۔ بيهقي، شعب الإيمان، ٦:٤١٠، رقم:٨٧٠٠
۴۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ١٣:٣٩٦

وَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ○ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُکۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ ○[1]

اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے○ یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں (دونوں) جمع فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ ہی بنا دیتا ہے، بے شک وہ خوب جاننے والا بڑی قدرت والا ہے○

قرآنی فرمان کے برعکس ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ جب عورت بچی کو جنم دیتی ہے تو قصوروار ٹھہرائی جاتی ہے اور شوہر اور ساس سمیت تمام سسرالی رشتے دار اس کے خلاف ہوجاتے ہیں۔ حالاں کہ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوچکی ہے کہ بیٹی ہو یا بیٹا اس کا تعلق صرف مرد کے ساتھ ہے، عورت کے ساتھ نہیں۔

میڈیکل سائنس نے یہ ثابت کیا کہ عورت کے جسم میں جو کروموسوم پایا جاتا ہے اسے xx کہتے ہیں اور مرد کے کروموسوم کو xy کہتے ہیں۔ اگر xy ملے تو بیٹا ہوتا ہے اور اگر xx ملے تو بیٹی ہوتی ہے۔ جب دونوں کروموسومز اکٹھے ہوجاتے ہیں تو مرد کا xy بھی آپس میں split ہوجاتا ہے اور عورت کا xx بھی split ہوجاتا ہے۔ اب اگر مرد کے y-post نے x کے ساتھ جا کر ملاپ کیا تو بیٹا ہوگا اور اگر اس کے x-post نے عورت کے x-post کے ساتھ ملاپ کیا تو بیٹی ہوگی۔ عورت کے پاس تو ہے ہی xx کروموسوم۔ اب بیٹی یا بیٹے کی پیدائش میں بیچاری

(۱) الشوریٰ، ۴۲: ۴۹-۵۰

عورت کا کیا قصور! یہ تو مرد کا y کروموسوم اگر effective ہوگیا تو بیٹا ہوا اور اگر مرد کا x کروموسوم effective ہوگیا تو بیٹی ہوئی۔ قصور تو مرد کا بنتا ہے مگر معاشرہ قصوروار عورت کو ٹھہراتا ہے۔ آج جدید سائنس نے ثابت کر دیا کہ بیٹی یا بیٹا ہونے کا تعلق مرد سے ہے نہ کہ عورت سے۔

لہٰذا شوہر کو چاہیے کہ وہ اس معاملے میں بیوی کو موردِ الزام ٹھہرانے کی بجائے اپنی سوچ کے زاویہ نگاہ کو بدلے اور نعمتِ خداوندی کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لائے۔

## سوال 69: شریعت میں لے پالک کے احکامات کیا ہیں؟

**جواب:** شریعت میں لے پالک یعنی گود لیے گئے بچے کے احکامات درج ذیل ہیں:

۱۔ بچے کو گود لینا یا دینا جائز ہے۔

۲۔ بچے کی ولدیت منہ بولے باپ کی بجائے ہر حال میں حقیقی باپ کی طرف ہی منسوب ہوگی، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

**اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ.** [1]

تم اُن (مُنہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ (ہی کے نام) سے پکارا کرو۔

بطورِ سرپرست چچا، ماموں، خالو یا جو بھی رشتہ ہو اس کا نام لکھا جا سکتا ہے۔

---

(۱) الأحزاب، ۳۳:۵

۳۔ بچہ گود لینے والوں کے لیے غیر محرم ہی رہے گا۔ لیکن اگر بچہ دو سال سے کم عمر تھا اور گود لینے والی عورت نے اسے اپنا دودھ پلایا تو پھر اَحکامات رضاعی بیٹے والے ہوں گے۔

۴۔ گود لیے جانے والے بچے کو وراثت میں حصہ اس کے حقیقی والدین کی طرف سے ملے گا۔ اسے گود لینے والے ماں باپ اگر چاہیں تو اپنی جائیداد کا کچھ حصہ اپنی زندگی میں اس کے نام وصیت کر دیں تاکہ حقیقی ورثاء کی حق تلفی نہ ہو اور نہ ہی گود لیا ہوا بچہ ان کے فوت ہو جانے کے بعد کسی کا محتاج ہو۔

۵۔ بچہ کسی بھی عمر میں گود لیا جاسکتا ہے مگر جتنا کم عمر ہوگا اسے گود لینے والے والدین کے ساتھ مانوس ہونے میں آسانی ہوگی۔

۶۔ بچے کو مال یا کسی چیز کے عوض دیا یا لیا نہیں جاسکتا کیوں کہ انسان کی قیمت متعین کرنا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

۷۔ بچے کو گود دیتے ہوئے حقیقی والدین کو یہ بات مدِنظر رکھنا ضروری ہے کہ جن میاں بیوی کو وہ بچہ دے رہے ہیں وہ اس کی تربیت صحیح کرسکیں گے یا نہیں؟ اس کو کہیں مذہب سے گمراہ کرنے کا سبب تو نہیں بنیں گے؟ اسے کسی غلط کام میں استعمال تو نہیں کریں گے؟ ان باتوں کی تصدیق کرنے کے بعد وہ بچہ گود دے سکتے ہیں۔

**سوال 70: اگر کوئی جان بوجھ کر حقیقی باپ کی بجائے منہ بولے باپ کی طرف اپنی نسبت کرے تو اس کے لیے کیا وعید ہے؟**

**جواب:** اگر کوئی جان بوجھ کر حقیقی باپ کی بجائے اپنی نسبت منہ بولے باپ کی طرف کرتا ہے تو ایسے شخص کے لیے احادیث میں سخت وعید آئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ أَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ.[1]

جو شخص جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے (حقیقی) باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی جانب منسوب کرے تو اس نے کفر کیا۔

حضرت ابراہیم التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ. فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ. لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.[2]

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المناقب، باب نسبة اليمن إلى إسماعيل، ۳: ۱۲۹۲، رقم: ۳۳۱۷

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، ۱: ۷۹، رقم: ۶۱

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۶۶، رقم: ۲۱۵۰۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب فضل المدينة و دعا النبي ﷺ ......،

جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی یا جس غلام نے اپنے آزاد کرنے والے مالکوں کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نفلی یا فرضی عبادت قبول نہیں فرمائے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ ادَّعٰی إِلٰی غَیْرِ أَبِیْهِ، وَهُوَ یَعْلَمُ أَنَّهٗ غَیْرُ أَبِیْهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ.[1]

--------

........ ۲: ۹۹۸، رقم: ۱۳۷۰

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی الرجل ینتمي إلی غیر موالیه، ۴: ۳۳۰، رقم: ۵۱۱۵

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الحدود، باب من ادعی إلی غیر أبیه أو تولی غیر موالیه، ۲: ۸۷۰، رقم: ۲۶۰۹

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۱۶۱، رقم: ۴۱۷

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الفرائض، باب من ادعی إلی غیر أبیه، ۶: ۲۴۸۵، رقم: ۶۳۸۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من رغب عن أبیه وهو یعلم، ۱: ۸۰، رقم: ۶۳

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب فی الرجل ینتمي إلی غیر موالیه، ۴: ۳۳۰، رقم: ۵۱۱۳

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الحدود، باب من ادعی إلی غیر أبیه أو تولی غیر موالیه، ۲: ۸۷۰، رقم: ۲۶۱۰

جس نے دانستہ اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف کی تو اس پر جنت حرام ہے۔

الغرض کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے۔ خواہ اس کا مقصد کچھ بھی ہو۔ لہٰذا جو لوگ محض دنیاوی اغراض و مقاصد مثلاً دوسرے ملک میں شہریت، ملازمت کے حصول یا دیگر کسی بھی کام کے لیے اپنی ولدیت تبدیل کرتے ہیں ان کا یہ فعل حرام ہے۔

# 4

# اَولاد کی پرورش میں والدہ کا کردار

## سوال 71: بچے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسین تحفہ کیا ہے؟

**جواب:** بچے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسین تحفہ ماں ہے۔ لفظ 'ماں' کہنے کو تین حروف کا مجموعہ ہے لیکن عملاً ماں اپنے اندر پیار، محبت، ایثار، قربانی، دعا، وفا، پاکیزگی، اخلاص، ہمدردی جیسے اَن گنت اوصاف و خصوصیات سموئے ہوتی ہے۔ ماں کی عظمت اور بڑائی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا عکس ماں میں نظر آتا ہے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ، أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُوْنَ، وَبِهَا يَتَرَاحَمُوْنَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلٰى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللهُ تِسْعًا وَتِسْعِيْنَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.** (۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه، ۴:۲۱۰۸، رقم: ۲۷۵۲

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۳۴، رقم: ۹۶۰۷

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الدعوات، باب خَلَقَ الله مائة رحمة، ۵:۵۴۹، رقم: ۳۵۴۱

اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں، اُس نے اُن میں سے ایک (حصۂ) رحمت کو جن و انس، حیوانات اور حشرات الارض کے درمیان رکھ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور رحم کرتے ہیں، اُسی (رحمت کی وجہ) سے وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں (اپنے پاس) محفوظ رکھی ہیں، جن سے قیامت کے دن وہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

ماں وہ ہستی ہے جس کی آغوش میں دنیا بھر کا سکون ملتا ہے، کیوں کہ اس کے جذبوں اور اولاد سے محبت میں غرض نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاؤں تلے جنت رکھی ہے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ.**(۱)

جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے (لٰہذا تم اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرکے اُس کے مستحق بن جاؤ)۔

---

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ما يُرجى من رحمة الله يوم القيامة، ۲:۱۴۳۵، رقم: ۴۲۹۳

(۱) ۱۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱:۱۰۲، رقم: ۱۱۹

۲۔ ابن حيان، طبقات المحدثين بأصبهان، ۳:۵۶۸، رقم: ۴۹۷

۳۔ ذهبي، الكبائر: ۴۲

۴۔ المناوي، التيسير بشرح الجامع الصغير، ۱:۴۹۰

ماں بہترین تحفہ خداوندی ہے اس لیے اولاد کو چاہیے کہ اس کی قدر کرتے ہوئے اس کے ساتھ حسنِ سلوک روا رکھے۔ اس کا حکم حدیث مبارک سے بھی ملتا ہے۔

۳۔ حضرت بہز بن حکیم ﷛ بطریق اپنے والد اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ أُمَّکَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمَّکَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّکَ. قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبَاکَ، ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ.[1]

میں کس کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں سے۔ پوچھا: پھر کس سے؟ فرمایا: اپنی ماں سے۔ پوچھا: پھر کس سے؟ فرمایا: اپنی ماں سے۔ عرض کیا: پھر کس سے؟ فرمایا: اپنے باپ سے۔ پھر حسبِ مراتب قریبی رشتہ داروں سے۔

ماں احسانات کا وہ بے مثال مجموعہ ہے جو اولاد کے سکون کی خاطر سارے زمانے کے حالات اور موسم کی سختیاں خود سہتی ہے۔ اس پیکرِ مہر و وفا کو ایک نظر پیار سے دیکھ لینے سے ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔

(۱) ۱۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب في بر الوالدین، ۴:۳۳۶، رقم:۵۱۳۹

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في بر الوالدین، ۴:۳۰۹، رقم:۱۸۹۷

۳۔ حاکم، المستدرك، ۴:۱٦٦، رقم:۷۲۴۲

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً. قَالُوْا: وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، اَللهُ أَكْبَرُ وَأَطْيَبُ.[1]

جو صالح بیٹا بھی اپنے والدین کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ ہر نظر کے عوض اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھ دے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) چاہے وہ دن میں سو بار دیکھے (تب بھی اُسے یہ اجر ملے گا)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور وہ سب (عیوب) سے پاک ہے (کہ اُس کے خزانوں میں عنایات کی کوئی کمی نہیں ہے)۔

ماں کے بارے میں لکھنا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ ماں ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کا اندازہ بھی کرنا انسانی عقل سے بالاتر ہے۔ ہر شے کی محبت کو الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے مگر ماں کی محبت ناقابلِ بیان ہے۔

## سوال 72: اچھی ماں بننے کے تقاضے کیا ہیں؟

**جواب:** ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے جس کا کام انسانیت کی بقاء کے

---

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶:۱۸۶، رقم: ۷۸۵۶
۲۔ أبو بكر الإسماعيلي، معجم شيوخه، ۱:۳۲۰، رقم: ۷
۳۔ خطيب التبريزي، مشكاة المصابيح، ۳:۱۳۸۳، رقم: ۴۹۴۴
۴۔ هندي، كنز العمال، ۱۶:۱۹۹، رقم: ۴۵۵۳۵

لیے اسے اچھا انسان بنانا ہے۔ چونکہ بچے کا ذہن شفاف آئینہ کی مانند ہوتا ہے، اس لیے والدہ اگر بچے کی تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کرتی ہے تو بچہ بڑا ہو کر اسلامی معاشرے کا مفید رکن بن سکتا ہے اور معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار بہتر طور پر ادا کرسکتا ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے حصول کے لیے ایک اچھی ماں بننے کے تقاضے درج ذیل ہیں:

## ا۔ محبت و شفقت کا اظہار

بچوں کے لئے ماں کے جذبۂ محبت و شفقت کا اِظہار انہیں اِعتماد اور ذہنی آسودگی فراہم کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ وہ اس جذبہ کا اظہار کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کرے اور انہیں یہ یقین دلائے کہ وہ ان سے غیر مشروط محبت کرتی ہے۔

## ۲۔ بچوں کو توجہ سے سننا

بچوں کے معاملات میں دلچسپی لے اور ان کی بات کو توجہ سے سنے اور ان کی زندگی میں خود کو شریک رکھے۔ اگر بچے کسی الجھن یا پریشانی کا شکار ہیں تو ان کی پریشانی کو دور کرنے اور انہیں مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔

## ۳۔ نظم و ضبط کا قیام

وہ بچوں کو تحفظ کا احساس فراہم کرتے ہوئے گھر میں نظم و نسق کو قائم کرے۔ ہر کام کے لیے وقت کا تعین کرے مثلاً بچوں کو سلانے کا وقت، کھلانے کا وقت، کھیل کود کا وقت تا کہ بچے بچپن ہی سے وقت کی قدر کرنا سیکھیں اور نظم و ضبط

کے مطابق زندگی گزارنے کے عادی ہوسکیں۔

## ۴۔تعریف وتوصیف

بچوں کے اچھے عمل پر ان کی خوب تعریف اور حوصلہ افزائی کرے۔ بچوں کا موازنہ دوسرے بچوں خصوصاً بہن بھائیوں کے ساتھ نہ کرے، کیوں کہ ہر بچہ منفرد اور جدا اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ انہیں یہ احساس دلائے کہ منفرد و جدا ہونا اچھی بات ہے۔ موازنہ کرنے سے بچے احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

## ۵۔ بلا وجہ تنقید سے گریز

بچوں پر بلا وجہ تنقید اور نکتہ چینی کرنے سے احتراز برتا جائے۔ اگر بچے کسی ناپسندیدہ فعل کے مرتکب ہو بھی جائیں تو انہیں پیار سے سمجھائے کہ ایسا رویہ ناقابلِ قبول ہے۔ ملامتی جملے مثلاً 'تم بہت برے ہو'، 'میری نظروں سے دور ہو جاؤ' وغیرہ استعمال نہ کرے۔ انہیں دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ کرے بلکہ علیحدہ لے جا کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرے اور پیار سے سمجھائے۔

## ۶۔ قابلِ تقلید نمونہ

والدہ بچوں کو جس سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہے اس کے لیے صرف زبانی نصیحت پر اکتفا نہ کرے بلکہ ان کے سامنے خود کو بطور نمونہ پیش کرے، کیوں کہ انہیں ایک ایسے رول ماڈل کی ضرورت ہوتی ہے جسے وہ عملی طور پر دیکھ سکیں۔ بچے خود جو دیکھتے اور سنتے ہیں اس کا اثر جلدی قبول کر کے اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ رول ماڈل بچوں کے لیے ماں سے بہتر کوئی پیش نہیں کرسکتا۔

## سوال 73: بچوں کی کردار سازی میں والدہ کے کردار کی اہمیت کیا ہے؟

**جواب:** بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت اور کردار سازی کے لیے والدہ کا بہترین کردار نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ نپولین نے کہا تھا:

تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔

علامہ اقبال کا کہنا ہے:

قوموں کی تاریخ اور ان کا ماضی و حال ان کی ماؤں کا فیض ہے۔

اگر ہم تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں ہر عظیم شخصیت کے پیچھے ماں کا کردار کارفرما نظر آئے گا مثلاً امام حسن و حسین علیہما السلام اور سیدہ زینب و سیدہ اُم کلثوم علیہما السلام جنہوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی ان کی شخصیت سازی میں ان کی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا بہت اہم کردار رہا ہے۔ انہوں نے بچوں کی تربیت بے مثال کی اور معاشرے کو ایسے باکمال افراد پیش کیے کہ جن میں سے ہر کوئی عالم، عابد، شجاع اور اعلیٰ و ارفع کردار سے مزین، انسانی اقدار کا حامل اور معاشرے کے لیے مفید اور مؤثر ثابت ہوا۔

شیخ عبد القادر جیلانی کے مقامِ غوثیت پر فائز ہونے میں والدہ کی تربیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جنہیں علم سے فیض یاب کروانے کے لیے ماں اس نصیحت کے ساتھ سفر پر روانہ کرتی ہے کہ زندگی کے کسی بھی مقام پر سچ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ ماں کے اس سبق کا امتحان آغازِ سفر میں ہی پیش آجاتا ہے جب آپ قافلے کے ہمراہ سفر کر رہے تھے تو رہزنوں نے قافلے پر حملہ کیا اور تمام مال و

اسباب لوٹ لیا۔ آپ نے بھی اپنی والدہ سے کیے گئے وعدہ کو نبھاتے ہوئے اپنی متاع رہزنوں کے سردار کو دے دی۔ سردار آپ کی صدق گوئی سے اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً اپنے گناہوں سے تائب ہوگیا۔ اس کو دیکھ کر دیگر راہزن بھی آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے اور اپنے رب سے گناہوں کی معافی طلب کی۔[1]

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری - جو ولایت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوئے اور عوام و خواص ان سے آج تک فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں - کو اس درجہ ولایت تک پہنچانے میں والدہ کی تربیت کے پہلو کو فراموش نہیں کیا جاسکتا جو ہمیشہ اپنے فرزند کو باوضو دودھ پلاتی تھیں۔

علامہ اقبال کے نام سے کون واقف نہیں۔ آپ کی والدہ صالح اور خدا ترس خاتون تھیں۔ انہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ شاعر مشرق بنے جن کی شاعری نے مسلمانوں کو ایک نیا ولولہ وشعور اور بیداری عطا کی۔

مذکورہ واقعات کی روشنی میں آج بھی ماؤں کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی تربیت انہی عظیم ہستیوں کے نقوش پر کریں۔ یوں ان کی نسلیں بھی تاریخ کے صفحات کا روشن باب بن سکیں گی اور ملتِ اسلامیہ کے لیے حتمی گوہر کی طرح اندھیروں میں روشنی کی کرن بن کر جگمگائیں گی۔

(۱) محمد بن یحییٰ، قلائد الجواہر: ۹

## سوال 74: بچوں کی پرورش کی خاطر دوسری شادی نہ کرنے والی عورت کے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟

**جواب:** اگر کسی خاتون کا شوہر فوت ہو جائے تو شریعت اسے دوسری شادی کی مکمل اجازت دیتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی عورت اپنی خواہشات اور جذبات کو مسترد کر کے اپنے بچوں کے بہتر مستقبل، ان کی بہترین تعلیم و تربیت اور ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے اور شرعی اجازت ہونے کے باوجود دوسری شادی نہیں کرتی تو ایسی عورت کے لیے قیامت کے روز حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت کی بشارت ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَجَمَعَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا، حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى أَيْتَامِهَا حَتّٰى بَانُوْا أَوْ مَاتُوْا.[1]

میں اور سیاہ رخساروں والی خاتون (سخت محنت و مشقت کی وجہ سے جس

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۲۹، رقم: ۲۴۰۵۲

۲۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب في فضل من عال يتيمًا، ۴: ۳۳۸، رقم: ۵۱۴۹

۳۔ بخاري، الأدب المفرد: ۶۲، رقم: ۱۴۱

۴۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۱۸: ۵۶، رقم: ۱۰۳

۵۔ بیہقي، شعب الإیمان، ۶: ۴۰۶، رقم: ۸۶۸۲

کے رخساروں کا رنگ تبدیل ہوجائے) قیامت کے دن اِس طرح ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (اشارہ فرماتے ہوئے) اپنی اُنگشتِ شہادت اور درمیانی اُنگشت کو ملایا۔ وہ خاتون جس کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ (بلند دنیاوی) منصب اور حسن و جمال کی حامل ہو لیکن اپنے یتیم بچوں کی (پرورش کی) خاطر (دوسری شادی سے) رُکی رہے (اور اپنی جوانی کا دور بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے وقف کر دے) یہاں تک کہ اس کے بچے جوان ہو جائیں یا وفات پا جائیں۔

## سوال 75: اسلامی نقطہ نگاہ سے مدر فیڈ کے بچے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** ماں کا دودھ بچے کے لیے قدرت کا انمول تحفہ ہے جو نہ صرف جسمانی غذا ہے بلکہ اسلامی نقطہ نگاہ سے یہ بچے کے قلب و روح، جذبات و احساسات اور اخلاق و کردار پر بھی گہرا اثر ڈالتا ہے۔ یہ بچے کو صرف صحت بخش خوراک ہی فراہم نہیں کرتا بلکہ اس کے ذریعے ماں اپنے پاکیزہ خیالات، رجحانات، اعلی جذبات اور پسندیدہ اخلاق بھی اس کے جسم و جان میں منتقل کرتی ہے جس کے باعث تا دمِ آخر بچے کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دین کی محبت جاگزیں رہتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ انسان انہی صفات پر قائم رہ کر عمر رسیدہ ہوتا ہے جن پر وہ نشو و نما پاتا ہے اور بچہ قدرتی طور پر ان اثرات کو زیادہ اور جلدی قبول کرتا ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانی کے حوالے سے ایک واقعہ منقول ہے کہ آپ کی

والدہ حضرت فاطمہ ام الخیر بیان فرماتی ہیں:

**لما وضعت ابنی عبد القادر کان لا یرضع ثدیا فی نهار رمضان، وغم علی الناس هلال رمضان، فأتوني وسألونی عنه. فقلت لهم: لم یلقم الیوم ثدیا. ثم اتضح أن ذلک الیوم کان من رمضان، واشتهر ذلک ببلاد جیلان أنه ولد للأشراف ولد لا یرضع فی نهار رمضان.**[1]

جب میرے بیٹے عبد القادر کی ولادت ہوئی تو وہ ماہ رمضان میں دن بھر میرے سینے سے دودھ نہیں پیتا تھا۔ ایک دفعہ لوگوں کو رمضان کے چاند کی رؤیت نہ ہوسکی تو وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے چاند کے بارے میں پوچھا۔ میں نے انہیں کہا: آج میرے بیٹے نے میرا دودھ نہیں پیا۔ پھر لوگوں پر یہ واضح ہوگیا کہ وہ دن رمضان المبارک کا ہی تھا۔ پھر جیلان کے علاقے میں یہ خبر عام ہوگئی کہ سادات کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان المبارک میں دن بھر ماں کا دودھ نہیں پیتا۔

حضرت فاطمہ ام الخیر نہایت متقی، نیک اور پارسا خاتون تھیں اور مدر فیڈنگ کے ذریعے ان کی نیک صفات شیخ عبد القادر جیلانی میں منتقل ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ والدہ کی عبادت اور ریاضت و مجاہدہ کے طفیل انہوں نے اپنے زمانہ رضاعت میں بھی رمضان المبارک کے آداب کو ملحوظ رکھا اور جمیع اَولیاء کرام کے سردار کے منصب پر فائز ہوئے۔

---

(۱) محمد بن یحییٰ، قلائد الجواہر: ۳

## سوال 76: بچے کی مدت رضاعت کتنی ہے؟

**جواب:** بچہ ہو یا بچی، دونوں کو دو برس تک دودھ پلایا جائے گا۔ اس کا حکم قرآن مجید میں ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلاَدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط لاَ تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ج لاَ تُضَآرَّ وَالِدَةٌ م بِوَلَدِهَا وَلاَ مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ج فَاِنْ اَرَادَا فِصَالاً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ط وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْآ اَوْلاَدَكُمْ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ.[1]

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضا مندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دایہ سے)

(۱) البقرة، ۲:۲۳۳

دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہےo

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

**وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهُ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُo** (۱)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (نیکی کا) تاکیدی حکم فرمایا، جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف کی حالت میں (اپنے پیٹ میں) برداشت کرتی رہی اور جس کا دودھ چھوٹنا بھی دو سال میں ہے (اسے یہ حکم دیا) کہ تو میرا (بھی) شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ (تجھے) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہےo

علامہ ابوبکر علاوَ الدین الکاسانی فرماتے ہیں:

**قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: ثَلَاثُونَ شَهْرًا وَلَا يُحَرِّمُ بَعْدَ ذٰلِكَ سَوَاءٌ فُطِمَ أَوْ لَمْ يُفْطَمْ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّد: حَوْلَانِ لَا يُحَرِّمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فُطِمَ أَوْ لَمْ يُفْطَمْ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ.** (۲)

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مدتِ رضاعت تیس مہینے ہے، اس کے بعد

---

(۱) لقمان، ۳۱:۱۴

(۲) کاسانی، بدائع الصنائع، ۴:۶

حرمت ثابت نہیں ہوتی چاہے بچے کا دودھ چھڑا لیا گیا ہو یا نہ چھڑایا گیا ہو۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ مدت دو سال ہے، اس کے بعد حرمت ثابت نہیں ہوتی چاہے دودھ چھڑایا گیا ہو یا نہ چھڑایا گیا ہو۔ نیز امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

جمہور ائمہ کے نزدیک مدتِ رضاعت دو سال، جب کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اڑھائی سال ہے۔ امام اعظم کا موقف احتیاط کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے۔

**سوال 77: طبی نقطہ نگاہ سے ماں کا دودھ بچے کے لیے کیوں ضروری ہے؟**

**جواب:** طبی نقطہ نگاہ سے ماں کا دودھ بچے کی جسمانی و نفسیاتی تقاضوں کے پیشِ نظر نہایت ضروری ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق اس کے درج ذیل فوائد ہیں:

۱۔ ماں کا دودھ بچے کے لیے ایک مکمل اور بھرپور غذا ہے، اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔

۲۔ یہ بچے کی بہترین نشو و نما کا ضامن ہے، اس سے بچے کی مجموعی صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۳۔ اس میں موجود پروٹین کی خاص مقدار انفیکشن کو کنٹرول کرتی ہے، جو بچے کو انفیکشن اور الرجی سے بچانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

۴۔ ڈبے کا دودھ پینے والے بچوں کی نسبت اِن بچوں کی نمو زیادہ اچھی ہوتی ہے کیوں کہ یہ ایک معقول درجہ حرارت رکھتا ہے اور بچے کو طاقتور اور صحت

مند بناتا ہے۔

۵۔ Mother feeding کے دوران بچے میں تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جو ماں اور بچے کے درمیان ایک خوبصورت تعلق کی بنیاد بنتا ہے۔

۶۔ ماں کے دودھ میں شامل وٹامنز اور غذائی عناصر بچے کی جسمانی ضروریات کے مطابق ہوتے ہیں جو بچے کی ضرورت کے مطابق دن بدن بڑھتے رہتے ہیں۔ یہ اجزاء بچوں کے نظامِ ہضم کو بہتر بنانے میں بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔

## سوال 78: بچے کو دودھ پلانا ماں کی صحت پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

**جواب:** بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی صحت پر درج ذیل مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ حمل کے زمانے میں جو وزن بڑھتا ہے وہ دودھ پلانے کی وجہ سے جلد پیدائش سے پہلے والے وزن کی طرف واپس آتا ہے۔

۲۔ دودھ پلانے والی عورتوں کی ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں۔

۳۔ بیضہ دانی اور چھاتی کے کینسر سے محفوظ رہتی ہیں۔

۴۔ عورت کے لیے منعِ حمل میں ایک طبعی عامل کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ اُن سب مشکلات اور نقائص سے محفوظ رہتی ہے جو منع حمل کے لیے گولیاں یا انجکشن وغیرہ استعمال کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

۵۔ جدید تحقیق کے مطابق مدر فیڈ کے باعث ماں ذیابیطس کی بیماری سے یقینی طور پر محفوظ رہتی ہے۔

## سوال 79: اپنے بچوں کو دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے کیا اجر ہے؟

**جواب:** اپنے بچوں کو دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے ایک جان کو زندگی بخشنے کے برابر اجر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

**إِنَّ الْمُسْلِمَةَ إِذَا حَمَلَتْ كَانَ لَهَا أَجْرُ الْقَائِمِ الصَّائِمِ الْمُحْرِمِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ اللهِ، حَتّٰى إِذَا وَضَعَتْ فَإِنَّ لَهَا بِأَوَّلِ رَضْعَةٍ تُرْضِعُهُ أَجْرَ حَيَاةِ نَسَمَةٍ.** (۱)

بے شک مسلمان عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو اس کے لیے قیام کرنے والے، روزہ رکھنے والے، حج کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہد کے برابر ثواب ہے۔ یہاں تک کہ بچے کو پلائے گئے دودھ کے پہلے گھونٹ کے بدلے اُسے ایک جان کو زندگی بخشنے کے برابر اجر وثواب ملتا ہے۔

---

(۱) ۱۔ أبو يعلى المسند، ۴: ۳۴۵، رقم: ۲۴۶۰
۲۔ عسقلانی، المطالب العالية، ۸: ۵۵۲، رقم: ۱۷۶۳

## سوال 80: شیر خوار بچے کو ٹھوس غذا کب شروع کروائی جائے؟

**جواب:** والدہ جب یہ محسوس کرے کہ دودھ پلانے کے باوجود بچہ سیر نہیں ہو رہا اور وہ بھوک کی وجہ سے اکثر و بیشتر اپنا انگوٹھا یا مٹّھیاں چوستا ہوا نظر آئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اب محض دودھ بچے کی بھوک مٹانے یعنی اس کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ یہ عموماً چھ ماہ کی عمر میں ہوتا ہے۔ اس عمر سے شیر خوار کی ایسی ٹھوس غذا شروع ہوجانی چاہیے جس میں تمام غذائی اجزاء مناسب مقدار میں موجود ہوں۔ یہ اجزاء نشاستہ، فائبر، وٹامن، نمکیات اور خصوصی طور پر فولاد پر مشتمل ہونے چاہییں تاکہ جسم کسی جزو کی کمی کا شکار نہ ہو۔

## سوال 81: ناقص غذا بچوں کی صحت پر کیا اثرات مرتب کرتی ہے؟

**جواب:** بچوں کی نشو و نما اور صحت میں حائل ایک بڑی رکاوٹ انہیں ناقص غذا دینا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ غذا اور غذائیت سے متعلق بنیادی معلومات سے آگہی کا فقدان ہے۔ یہی حال بچوں کو اضافی ٹھوس غذا بروقت نہ دینے کا ہے۔ بسا اوقات اس کا انتخاب بھی خاصہ غیر موزوں ہوتا ہے۔ ناقص غذا بچوں کی صحت پر درج ذیل منفی اثرات مرتب کرتی ہے:

۱۔ ذہنی و جسمانی نشو و نما رک جاتی ہے۔

۲۔ جسم خون کی کمی کا شکار ہوجاتا ہے۔

۳۔ بھوک نہیں لگتی۔

۴۔ کمزوری کے باعث جسم دبلا پتلا ہو جاتا ہے۔

۵۔ وٹامن ڈی کی کمی پیدا ہو جاتی ہے۔

۶۔ شکم سوجن کا شکار ہو جاتا ہے۔

۷۔ جلد کی بیماریوں سے دو چار رہتا ہے۔

۸۔ نقاہت کے باعث سست رہتا ہے۔

۹۔ متعدی بیماریاں آئے دن حملہ آور ہوتی رہتی ہیں۔

## سوال 82: بچے کی جسمانی نگہداشت میں والدہ کا کردار کیا ہے؟

**جواب:** بچے کی جسمانی نگہداشت میں والدہ کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ بچپن میں زیادہ تر جسمانی نگہداشت ہی سے سابقہ رہتا ہے۔ اس عہد کی مناسب دیکھ بھال آئندہ کی صحت مند نشو و نما کے لیے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذیل میں چند اُصول بیان کیے جا رہے ہیں جو بچے کی بہترین جسمانی نگہداشت میں ایک ماں کے لیے معاون و مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

۱۔ بچے کو دودھ پلانے اور ٹھوس غذا فراہم کرنے کے اوقات مقرر کیے جائیں۔

۲۔ متوازن غذا کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ ناقص غذا یا غذائی قلت کی وجہ سے بچہ کی نشو و نما متاثر نہ ہو۔

۳۔ بچے کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھا جائے تاکہ وہ صحت مند رہے اور بیماریوں سے محفوظ رہ سکے۔

۴۔ بچے کا لباس ہلکا پھلکا، ڈھیلا، صاف ستھرا، آرام دہ اور موسم کی مناسبت سے ہو۔

۵۔ بچے کو پابندی سے نہلایا جائے کیوں کہ یہ حفظانِ صحت کے اُصولوں میں سے ہے۔ اس سے بچہ صحت مند رہے گا اور اسے صاف ستھرا رہنے کی عادت بھی پیدا ہوگی۔

۶۔ بچے کی بہترین جسمانی نگہداشت کے لیے جہاں دیگر عوامل ضروری ہیں وہاں اس کے لیے بھرپور نیند لینا بھی ضروری ہے۔ والدہ کو چاہیے کہ بچے کے آرام کے اوقات مقرر کرے اور اس کے آرام کا مکمل خیال رکھے تاکہ اس کی جسمانی نگہداشت اچھی ہو سکے۔

۷۔ کھیلنا کودنا بچوں کا فطری حق ہے۔ شیر خوار بچے کے لیے کھیل کود یہی عمل ہوتا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے ہاتھ پاؤں اور ٹانگوں کو حرکت دے سکے۔ بعض لوگ بچوں کو مکمل طور پر کپڑے میں لپیٹ کر جکڑ دیتے ہیں جو اس کی جسمانی صحت کے لحاظ سے درست نہیں۔ ضروری ہے کہ اُسے مناسب کپڑے پہنا کر اعضاء کو حرکت دینے کی آزادی دی جائے۔ اِس عمل سے دماغ اور عضلاتی نظام بیدار رہتا ہے، دورانِ خون صحیح رہتا ہے اور غذا سرعت سے ہضم ہوتی ہے۔

۸۔ روشنی بچوں کی صحت کے لیے بہت ضروری ہے کیوں کہ یہ بچوں کو وٹامن ڈی فراہم کرنے کا اہم ذریعہ ہے اس لیے انہیں کچھ وقت کے لیے دھوپ

میں رکھا جائے۔ دھوپ کی شعاعیں انسانی جسم کے لیے وٹامن ڈی کی فراہمی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس قدرتی عمل سے شیر خوار بچوں کو ضرور مستفید کرنا چاہیے تاکہ ان کی جسمانی نگہداشت اچھی ہو سکے۔

## سوال 83: کیا چوسنی کا استعمال بچوں کی صحت کے لیے مضر ہے؟

**جواب:** جی ہاں! چوسنی کا استعمال بچوں کی صحت کے لیے مضر ہے جب کہ مائیں اپنی سہولت کی خاطر بچوں کو مصروف رکھنے کے لیے ان کے ہاتھ میں چوسنی تھما دیتی ہیں یا ڈوری کے ساتھ اسے گلے میں لٹکا دیتی ہیں۔ بچہ رونے کی صورت میں چوسنی منہ میں ڈال لیتا ہے اور مطمئن ہو جاتا ہے۔ اسے baby soothers کہتے ہیں۔ ڈاکٹرز کے مطابق ایسا بچہ تندرست نہیں رہ سکتا کیوں کہ چوسنی کبھی جراثیم سے پاک نہیں ہوتی اور بظاہر بچوں کو سکون یا اطمینان دلانے والا یہی ذریعہ درحقیقت بچے کے گلے اور پیٹ میں انفیکشن کا باعث بنتا رہتا ہے اور بچے مسلسل کھانسی، گلے کی خرابی، پیٹ درد اور اسہال جیسی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔

## سوال 84: فیڈر بچوں کی صحت کے لیے کیوں نقصان دہ ہے؟

**جواب:** اگر فیڈر کو مکمل طور پر جراثیم سے پاک نہ رکھا جائے تو اس کا استعمال بچوں کی صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے کیوں کہ فیڈر سے دودھ پلانا غیر محفوظ ہوتا ہے اور جتنی بھی احتیاط برتی جائے اسے جراثیم سے محفوظ نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح بچے کے بیمار ہونے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔

چھ ماہ کی عمر تک بچے کی جسمانی اور غذائی ضروریات میں اضافہ ہو جاتا ہے

اور دودھ کے علاوہ اس کے کھانے میں ٹھوس غذا بھی شامل ہو جاتی ہے لیکن ٹھوس غذا لینے کے ابتدائی دور میں بعض بچے نئے ذائقوں کو آسانی سے قبول نہیں کرتے اور انہیں اس کا عادی بنانے میں کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ مائیں جب یہ دیکھتی ہیں کہ وہ کچھ نہیں کھا رہے تو انہیں زبردستی دودھ یا ملک شیک فیڈر میں ڈال کر دیتی ہیں۔ سوتے میں اس کے منہ میں فیڈر دیا جاتا ہے جب کہ فیڈر کی چوسنی اور اس کا اندرونی حصہ جراثیم کے اہم مراکز ہونے کی وجہ سے بچے کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

اگر چہ فیڈر کو صاف رکھنے کے لیے اُسے پانی میں اُبالنے کا طریقہ بھی درست ہے مگر اس عمل میں فیڈر کے نپل کا ربڑ خراب ہو جاتا ہے۔ کیمیائی جراثیم کش ادویہ سے بھی فیڈر صاف ہوسکتا ہے، مگر ان کا جسم میں جانا نقصان دہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ فیڈر صرف بحالت مجبوری دیا جائے اور آغاز سے ہی بچے کو کپ، گلاس یا چمچ کے ساتھ دودھ پلانے کی کوشش کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے سویاں، کسٹرڈ، کارن فلور، دلیہ وغیرہ دیا جائے جس میں دودھ کے ساتھ ٹھوس اور مقوی غذائیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

## سوال 85: بچہ انگوٹھا کیوں چوستا ہے؟

**جواب:** انگوٹھا چوسنا بچے کی جبلت کا حصہ ہے وہ اپنی ذات کو تسکین اور آرام پہنچانے کے لیے انگوٹھا چوستا ہے۔ رحم مادر سے ہی اس کا یہ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ چھ ماہ کی عمر میں اس کا یہ احساس پختہ ہو جاتا ہے اور اسے کرنے میں وہ ایک خوشی محسوس کرتا ہے۔ انگوٹھا چوسنے کا عمل ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ پیر کے انگوٹھے سے بھی انجام پاتا ہے۔

اسے صرف ایک فطری داعیہ ہی نہ مانا جائے بلکہ اس کے مختلف اسباب و محرکات بھی ہوسکتے ہیں مثلاً کبھی وہ بھوک کی وجہ سے انگوٹھا چوستا ہے۔ اگر اسے پوری غذا بروقت ملے تو یہ عادت ختم ہوسکتی ہے۔ کبھی کسی سستی یا تکان کا شکار ہو جائے تو راحت وسکون حاصل کرنے کے لیے وہ یہ عمل اختیار کرسکتا ہے۔ اسی طرح ذہنی کشمکش میں مبتلا بچہ بھی انگوٹھا چوس کر عارضی طور پر آرام محسوس کرتا ہے۔ ان حالات میں اسباب ومحرکات کا سراغ لگا کر سدِ باب کیا جانا چاہیے۔

## سوال 86: بچے کا انگوٹھا چوسنا اس کی صحت کے لیے کیسا ہے؟

**جواب:** انگوٹھا چوسنے کے بارے میں ماہرین کی دو آراء ہیں:

ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں کہ انگوٹھا چوسنا قدرتی عمل ہے۔ یہ کوئی بری عادت نہیں ہے۔ ایک معینہ وقت پہ بچے خود ہی انگوٹھا چوسنا چھوڑ جاتے ہیں۔ زبردستی یہ عادت چھڑانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے ورنہ فائدہ کی بجائے نقصان کا احتمال ہوتا ہے۔

دوسرا نظریہ بہت حد تک درست ہے کہ بچے کے ہاتھ عموماً میلے اور گندے ہوتے ہیں۔ انگوٹھا چوسنے سے میل کچیل پیٹ میں چلی جاتی ہے جومختلف بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق انگوٹھا چوسنے والے بچے عموماً ذہنی الجھنوں کا شکار رہتے ہیں اور ان میں خود اعتمادی بھی پیدا نہیں ہوتی۔

## سوال 87: والدہ شیر خوار بچے کو انگوٹھا چوسنے سے کیسے باز رکھ سکتی ہے؟

**جواب:** طبی اور نفسیاتی پہلو سے انگوٹھا چوسنے کی عادت کو بہرحال نقصان دہ قرار دیا

جاسکتا ہے۔ شیر خوار کو اس عادت سے باز رکھنے کے لیے والدہ کو بہتر حکمت عملی اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ تحمل اور صبر سے کام لیتے ہوئے پیار سے بچے کو اس عمل سے باز رکھے اور اس کو کچھ ایسے کھلونے فراہم کرے جن میں مشغول ہو کر بچہ انگوٹھا چوسنا ترک کر دے۔

## سوال 88: بچوں کی صفائی کا خیال کیسے رکھا جائے؟

**جواب:** صاف ستھرے بچے دوسروں کی نہ صرف توجہ حاصل کرتے ہیں بلکہ صفائی ستھرائی ان کی آئندہ زندگی پر بھی مثبت نتائج مرتب کرتی ہے۔ اس لیے ماں کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی مصروفیات کے باوجود بچے کی جسمانی صفائی سے غافل نہ ہو اور درج ذیل اُمور کو مدِنظر رکھتے ہوئے بچوں کی صفائی کا خیال رکھے:

۱۔ اپنے ہاتھوں اور ناخنوں کو صاف ستھرا رکھے تاکہ بچے جراثیم سے محفوظ رہیں۔ زیادہ تر جراثیم ہاتھوں کے ذریعے ہمارے جسم تک پہنچتے ہیں، اس لیے پانی اور صابن سے ہاتھ دھونا بہت سی بیماریوں سے بچاتا ہے۔

۲۔ ماں بچے کو دودھ پلانے یا ٹھوس غذا دینے سے پہلے اور اس کا ڈائپر تبدیل کرنے یا اسے ٹوائلٹ سے لے کر آنے کے بعد ہمیشہ اپنے ہاتھ صابن سے اچھی طرح دھوئے۔

۳۔ بچے کی جسمانی صفائی کا خاص خیال رکھتے ہوئے دن میں کم از کم دو بار صابن سے بچے کے ہاتھ اور چہرہ دھونے کی عادت ڈالے اور روزانہ اس کا لباس تبدیل کرے۔

۴۔ ڈائپر یا پیمپر جیسے ہی خراب ہو، فوراً تبدیل کرے۔ طویل دورانیے تک ایک ہی ڈائپر پہنائے رکھنے سے بچے کی جلد متاثر ہوتی ہے اور یہ خارش کا سبب بھی بنتا ہے۔

۵۔ بچے کے ناخن باقاعدگی سے تراشے۔ بہتر ہوگا کہ ناخن تراشنے کا کام بچے کے سونے کے دوران انجام دیا جائے۔

۶۔ بچے کے بستر کی باقاعدگی سے صفائی کی جائے اور وقتِ ضرورت اُسے دھویا جائے۔

۷۔ بچے کے کھلونوں کو باقاعدگی سے صاف کرے، کیوں کہ کھیل کے دوران کھلونے بار بار نیچے گرتے ہیں اور بچہ انہیں منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کھلونوں کی صفائی کا خیال نہ رکھا جائے تو اس سے بچے کے بیمار ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

۸۔ بچے کو گھریلو جانور مثلاً بلی، کتا، پرندے وغیرہ سے بچائے۔ بچے کو الرجی ہونے کا امکان ہوسکتا ہے۔

## سوال 89: نوزائیدہ بچوں کو نہلاتے وقت کن باتوں کو مدِنظر رکھنا ضروری ہے؟

**جواب:** چھوٹے بچوں کی نسبت نوزائیدہ بچوں کو نہلانا قدرے مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے انہیں روزانہ نہلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر کپڑوں کی تبدیلی کے دوران اور بچوں کو دودھ پلانے اور ٹھوس غذا کھلانے کے بعد مناسب صفائی کر دی جائے تو ہفتے

میں دو تین بار نہلانا ہی کافی ہوتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب موسم سرد نہ ہو۔ سردی کے موسم میں ہفتے میں ایک سے دو بار نہلانا بھی کافی ہو جاتا ہے۔ نہلاتے وقت درج ذیل پہلو مدِنظر رکھنے چاہییں:

۱۔ پانی صاف ستھرا اور مناسب درجہ حرارت پر ہونا چاہیے۔

۲۔ سرد موسم میں جس کمرے یا باتھ روم میں بچے کو نہلائیں وہ بھی مناسب حد تک گرم ہونا چاہیے۔ بچے کے جسم سے اس وقت لباس اُتاریں جب نہلانے کی تمام تیاری مکمل ہو چکی ہو۔

۳۔ بچے کو نہلانے کا عمل طویل نہیں ہونا چاہیے۔

۴۔ نہلانے کے بعد بچے کو خشک کرنے کے لیے صاف ستھرا تولیہ استعمال کریں۔

۵۔ نہلانے کے بعد بچے کے کان کا بیرونی حصہ روئی یا نرم کپڑے سے صاف کرنا چاہیے، اندرونی حصے کو ہلکا سا صاف کر لینا چاہیے لیکن رگڑ کر بہت سختی سے صاف نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ میل نما جو مواد وہاں نظر آتا ہے وہ بچے کے کانوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۶۔ بچوں کو نیم گرم پانی سے غسل کے بعد سرسوں کے تیل سے ان کی مالش کرنی چاہیے۔ اس سے ان کی جلد کو تقویت ملے گی۔

## سوال ۹۰: بچوں کو گرمی اور سردی سے کیسے بچایا جاسکتا ہے؟

**جواب:** ہر موسم میں بچوں کی دیکھ بھال نہایت ضروری ہے کیوں کہ موسم کے اُتار

چڑھاؤ بچوں پر بہت جلد اثر انداز ہوتے ہیں۔ بچے کی صحت کی حفاظت ماں کی ذمہ داری ہے اور ممکنہ حد تک وہ بچے کو صحت مند دیکھنا چاہتی ہے۔ شدید سردی اور گرمی دونوں ایسے موسم ہیں جو بچوں کو بڑوں کی نسبت جلد متاثر کرتے ہیں کیوں کہ بچوں میں بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت کم ہوتی ہے۔ خاص طور پر نوزائیدہ بچوں کے لیے پہلی گرمی اور سردی زیادہ اہم ہوتی ہے۔ اس میں بچوں کے بیمار ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

بچے نازک، معصوم اور پھولوں کی مانند ہوتے ہیں، ذرا سی بے احتیاطی انہیں مرجھا دیتی ہے۔ موسم سرما کی آمد کے ساتھ کئی طرح کے امراض مثلاً نزلہ، زکام، کھانسی اور بخار ان پر حملہ آور ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔ ناک بند ہونا، الرجی، خارش اورنمونیا جیسے امراض میں بہت شدت پیدا ہو جاتی ہے۔نوزائیدہ بچے موسم کی سختی کو برداشت نہیں کر پاتے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بچوں کو ہونے والی سردی کی شکایت عارضی ہوا کرتی ہے اور وہ کچھ دنوں میں ٹھیک بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن کچھ بچوں کو سینے اور کانوں کے انفیکشن کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا والدین اور بالخصوص ماں کو چاہیے کہ خاص طور پر بچوں کے پاؤں، سر اور سینے کو گرم کپڑوں سے ڈھانپ کر رکھے۔

موسم گرما میں جہاں درجہ حرارت میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہیں اس گرمی سے بہت سارے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں، خصوصاً بچوں کے مختلف امراض کی وباء پھوٹ پڑتی ہے۔ ان بیماریوں سے بچاؤ کے لیے ماں کو حفاظتی تدابیر اختیار کرنی چاہیے۔ اس موسم میں بچوں کو ہونے والی بیماریوں میں چکن پاکس،

خسرہ، یرقان اور ٹائی فائیڈ اہم ہیں۔ یہ بیماریاں آلودہ پانی، صفائی کے ناقص انتظام اور ناقص غذا کے استعمال سے پھیلتی ہیں۔ ان کا علاج نہایت ضروری ہے۔ باقاعدگی سے حفاظتی ٹیکے لگوانے، صاف پانی اور متوازن غذا کے استعمال اور بیماری کی صورت میں بروقت ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنے سے ان امراض سے بچا جا سکتا ہے۔

موسم گرما میں گرمی کی شدت کی وجہ سے نوزائیدہ بچوں کو دوپہر بارہ بجے سے سہ پہر چار بجے تک باہر دھوپ میں لے جانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ انہیں ڈھیلا ڈھالا اور ہلکے رنگوں والا لباس پہنانا چاہیے۔ ایسا رنگ جو گرمی کو جذب کرکے بچے کو پرسکون احساس مہیا کرے۔ سورج کی براہِ راست تپش سے بچانے کے لیے بچوں کو سر پر ٹوپی پہنائی جائے اور sunscreen cover استعمال کرنا چاہیے جو انہیں سورج کی گرمی سے بچا سکے۔ اس موسم میں مکھیاں اور مچھر بکثرت ہوتے ہیں، ان سے بچاؤ کے لیے بچوں کو جس کمرے میں رکھا جائے وہاں صفائی کا اچھا انتظام ہونا چاہیے اور وقتاً فوقتاً insect killers کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ مچھر، مکھیاں اور دیگر کیڑے مکوڑے ختم ہوسکیں۔

## سوال 91: شیر خوار بچوں کے رونے کی وجوہات کیا ہوتی ہیں؟

**جواب:** شیر خوار بچوں کے رونے کی درج ذیل وجوہات ہوسکتی ہیں:

ا۔ پیٹ کا درد

اگر بچہ ٹانگیں سکیڑ کر اچانک رونا شروع کر دے، تھوڑی دیر چپ ہوجائے اور کچھ دیر بعد پھر ایسا ہی کرے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ پیٹ کی تکلیف

میں مبتلا ہے۔ اِس صورت میں اسے سینے سے لگا کر ڈکار دلا دی جائیں کیوں کہ دودھ پلانے کے بعد بعض دفعہ ڈکار نہ دلانے کی وجہ سے وہ اس تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے اور ڈکار دلانے پر فوراً چپ ہو جائے گا۔

بصورتِ دیگر سرسوں کا تیل نیم گرم کرکے دائروں کی شکل میں بچے کے پیٹ پر مالش کرنی چاہیے۔ اس طرح اسے درد سے آرام مل جائے گا۔ لیکن اگر ایسا کرنے کے باوجود بچہ چپ نہ ہو اور مسلسل روتا رہے تو پھر معالج کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

## ۲۔ نیپی ریش

بعض مائیں بچوں کو سارا دن پیمپر کیے رکھتی ہیں۔ اس سے جلد متاثر ہوتی ہے اور اس پر خارش یا انفیکشن ہوسکتی ہے۔ اس سے بچاؤ کے لیے ضروری ہے کہ مائیں دن کا اکثر حصہ بچوں کو بغیر پیمپر کے رکھیں اور نیپی ریش پاؤڈر یا لوشن استعمال کریں۔

## ۳۔ بھوک

اکثر اوقات بچہ بھوک کی وجہ سے روتا ہے، بعض مائیں یہ جان نہیں پاتیں کہ بچہ کیوں تنگ کر رہا ہے۔ اگر بچے کی عمر چھ ماہ سے زیادہ ہے تو صرف دودھ سے اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ اسے دودھ کے ساتھ ہلکی پھلکی ٹھوس غذا بھی دینی چاہیے تاکہ بچہ پرسکون نیند لے سکے۔

## ۴۔ نیند کی کمی

نوزائیدہ اور شیر خوار بچے کے لیے مناسب اور پرسکون نیند از حد ضروری ہے۔ اس کے لیے بھی اُسے پرسکون ماحول درکار ہوتا ہے۔ اگر بچے کو نیند آ رہی ہو اور ارد گرد شور ہو یا اسے زبردستی جگایا جائے تو بھی وہ رونا شروع کر دیتا ہے۔

## ۵۔ تنہائی

بچہ تنہائی میں ڈر کر یا اُکتا کر رونا شروع کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں بچے کو گود میں لے کر بہلانے سے فوراً چپ ہو جاتا ہے۔

## ۶۔ موسم کی تبدیلی

بچے زیادہ سردی یا گرمی میں بھی والدین کو بہت پریشان کرتے ہیں۔ اس صورت میں انہیں چاہیے کہ موسم کی مناسبت سے بچوں کو کپڑے پہنائیں۔

چھوٹے بچوں کو چونکہ اپنی تکلیف بتانا نہیں آتی، لہٰذا والدین کو ان کی حرکات و سکنات سے اندازہ لگانا چاہیے کہ بچے کو کیا تکلیف ہے۔ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے۔ یہ حرکات و سکنات ہی اس کی زبان ہوتی ہیں۔ عموماً بچے نزلہ، زکام اور کھانسی میں زیادہ پریشان ہوتے ہیں، لہٰذا اگر بچہ کھانستے وقت روئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی پسلیوں میں درد ہے۔ اگر بچہ اپنا ہاتھ بار بار کان کی طرف لے جائے تو یقیناً اسے کان میں درد ہے اور اگر بچے کے پیشاب کی رنگت سرخ ہو جائے تو یہ بخار کی علامت ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

## سوال 92: نوزائیدہ بچے ہچکی کیوں لیتے ہیں اور اس کا تدارک کیسے کیا جاسکتا ہے؟

**جواب:** نوزائیدہ بچوں کو ڈایا فرام (پیٹ میں موجود ایک جھلی) میں سوزش یا حرکت کی وجہ سے ہچکیاں آتی ہیں۔ ایسا دودھ پیتے وقت ہوتا ہے یا بسا اوقات بلاوجہ ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کی ہچکیاں مکمل طور پر روکنا بہت مشکل ہے کیوں کہ ان کی ہچکیوں کی اصل وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ تاہم ذیل میں دیئے گئے طریقے ہچکی روکنے میں مدد گار ثابت ہو سکتے ہیں:

۱۔ دودھ پلانے یا کوئی ٹھوس غذا کھلانے کے بعد کچھ دیر کے لیے بچے کو سیدھا رکھا جائے اور انہیں اوپر نیچے جھلانے یا اچھالنے سے گریز کیا جائے۔

۲۔ بچوں کو دودھ پلاتے ہوئے اگر ہچکیاں آئیں تو انہیں دودھ پلانے کی بجائے ڈکار دلایا جائے کیوں کہ پیٹ میں پیدا ہونے والی گیس ہچکیوں کا باعث بنتی ہے۔ ماہرین دودھ پینے والے بچوں کو ہر دو یا تین اونس دودھ پلانے کے بعد ڈکار دلانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

۳۔ اگر بچے ہچکیوں سے پریشان ہوں تو انہیں گرائپ واٹر پلایا جائے۔ گرائپ واٹر جڑی بوٹیوں اور پانی سے مل کر بنتا ہے اور پیٹ کی تکالیف دور کرنے کے لیے بہترین علاج ہے۔

۴۔ ایک سال کی عمر ہونے تک بچوں کی ہچکیوں میں واضح کمی ہو جاتی ہیں لیکن اگر ایک سال کی عمر کے بعد بھی تواتر سے ہچکیاں جاری رہیں اور بچے اس

سے پریشان ہوں تو ڈاکٹر کو ضرور بتایا جائے تاکہ ان کی صحیح وجہ جان کر علاج کو یقینی بنایا جا سکے۔

## سوال 93: کون سی عادات بچوں کے لیے نقصان دہ ہیں؟

**جواب:** نوزائیدہ بچے کی حرکات کسی عادت کی وجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ اضطراراً سرزد ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض حرکات کو وہ پسند کرنے لگتے ہیں اور انہیں بار بار کرنا انہیں تسکین دیتا ہے۔ یوں مسلسل دہرائی جانے والی حرکات ان کی عادات بن جاتی ہیں۔

شیر خوار بچے نئی عادتیں بہت جلد اختیار کر لیتے ہیں۔ اس دوران اگر وہ کوئی بری عادت سیکھ لیں تو وہ بعد میں اچھی تربیت کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ اس زمانے میں اختیار کی گئی عادات اتنی راسخ ہو جاتی ہیں کہ وہ بعد کی زندگی میں جبلت معلوم ہوتی ہیں۔ شیر خوارگی میں درج ذیل عادات ایسی ہیں جو بچوں کے لیے نقصان کا باعث بن سکتی ہیں:

### ا۔ مختلف چیزیں منہ میں ڈالنا

شیر خوار بچوں کی ایک عادت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی دست رس میں مختلف چیزوں کو منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عموماً پانچ چھ ماہ تک کی عمر میں بچہ ہر چیز منہ میں لے جاتا ہے، وہ تمام حواس سے کام لیتے ہوئے ہر چیز کو سمجھ لینا چاہتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں بچے کو اگر مناسب توجہ نہ دی جائے تو ہر چیز منہ میں لے جانا اس کی عادت بن جاتی ہے جو بچوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

## ۲۔ چوسنی کی عادت

چوسنی کی عادت بھی بچہ کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ اس سے بچے کے پیٹ میں گیس کا مسئلہ رہتا ہے۔ چوسنی کے ساتھ جسم میں جراثیم کا داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے جس سے بچے کا معدہ اور پیٹ خراب رہنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

## ۳۔ گود میں اُٹھائے رکھنا

بچے کو ہر وقت گود میں لیے رکھنے یا جھولے میں ڈالے رکھنے سے وہ اس بات کا عادی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وقت کا زیادہ تر حصہ ماں یا کوئی بڑا اسے اٹھائے رکھے یا جھولے میں ڈال کر اسے جھولے دیتا رہے۔ اگر بچہ اس عمل کا عادی ہو جائے تو پھر ماں کے لیے کام کرنا دشوار ہو جاتا ہے اور بچہ اپنے اعضاء کو تقویت نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ اگر گود میں رہنا اس کی عادت نہ بنے تو وہ ان اوقات میں سہارا لے کر اٹھنے بیٹھنے کی کوشش کرے گا، کروٹ بدلے گا، وغیرہ۔ اگر گود میں بیٹھے رہنے کا عادی ہو گیا تو پھر جسمانی اعضاء کو بروقت تقویت دینے والا عمل مفقود ہو جائے گا۔

## ۴۔ رفع حاجت کے اوقات کی پابندی

شیر خوارگی کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ مائیں بچوں کو اپنی سہولت کی خاطر ڈائپر پہنا کر اس ذمہ داری سے آزاد ہو جاتی ہیں کہ بچوں کو مخصوص وقت میں رفع حاجت کی عادت ڈالنی ہے۔ عموماً مائیں چوبیس گھنٹے بچوں کو ڈائپر پہنائے رکھتی ہیں۔ ان کا

ایسا عمل جہاں بچے کی جسمانی صحت کے لحاظ سے غیر موزوں ہوتا ہے وہاں ان کے اندر منفی عادات کی ترویج کا باعث بھی بنتا ہے۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے بچوں میں یہ عادت پیدا نہیں ہوتی کہ انہیں کسی pot میں یا ٹائلٹ میں رفعِ حاجت کروائی جائے۔ نہ ہی وہ کوئی مخصوص اشارہ دینے کے قابل ہوتے ہیں کہ انہیں حاجت محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یہ عمل خاموشی سے جس بھی حالت میں ہوں سرانجام دے دیتے ہیں۔ یہ عادت بعد ازاں پختہ بھی ہوسکتی ہے، جو بچوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔

## ۵۔ دودھ کے اوقات مقرر کرنا

شیر خوار بچے کے لیے دودھ پلانے کے اوقات مقرر کرنے چاہییں، اس سے بچے کا ہاضمہ درست رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اخلاقی نقطہ نظر سے بھی یہ بہت مفید ہے۔ دودھ یا ٹھوس غذا دینے کے اگر اوقات مقرر نہ کیے جائیں تو بچے میں رو کر مانگنے کی عادت پڑ سکتی ہے۔ پھر جب رونے سے اس کا مطلب پورا ہو جاتا ہے تو وہ یقین کر لیتا ہے کہ رونے سے مطلب نکل آتا ہے اور وہ ضرور روتا ہے۔ یہ عادت بھی بعد ازاں بچے کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔ لہٰذا بچے کی تربیت اس انداز سے کی جائے کہ نہ تو لاڈ پیار سے اسے بگاڑا جائے اور نہ ہی اس کی طرف سے بالکل بے توجہی برتی جائے بلکہ اعتدال میں رہتے ہوئے جو باتیں اس کی بہترین پرورش کے لیے ضروری ہیں انہیں اختیار کیا جائے۔

درج بالا بیان کی گئی عادات ایسی ہیں کہ اگر والدہ بچے کی پرورش کے دوران انہیں معمولی سمجھتے ہوئے نظر انداز کر دے گی تو یہی عادات بعد ازاں بچے کی

فطرتِ ثانیہ بھی بن سکتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں معمولی نہ گردانا جائے اور اگر شیر خوار بچہ ان کا عادی ہو رہا ہے تو بروقت اُسے روکا جائے اور اس کی عادات کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

## سوال 94: جب بچہ بولنا شروع کرے تو اس کو سب سے پہلے کون سا لفظ سکھانا چاہیے؟

**جواب:** والدین کا فرض ہے کہ جب بچے میں قوت گویائی آ جائے اور زبان سے الفاظ ادا کرنے لگے تو سب سے پہلے اسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھائیں اس کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ اسے ہجے کروا کر الفاظ یاد کروائے جائیں۔ مثلاً ’لا‘ – ’اِلٰہَ‘ – ’الاّ اللہ‘ الگ الگ ادا کروائے جائیں کیوں کہ اس کے الفاظ انتہائی آسان ہیں اور اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کی ادائیگی بچے کے لیے مشکل ہو۔ وہ اس کلمہ کو بہت آسانی سے بولنا شروع کر سکتا ہے۔

حدیثِ مبارک سے بھی ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے بچے کو سب سے پہلے کلمہ طیبہ سکھانے کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ أَوَّلَ کَلِمَةٍ بِلَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ.(1)

بچہ جب بولنا سیکھنے لگے تو اُسے سب سے پہلے لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ یاد کرواؤ۔

(۱) ۱۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۶: ۳۹۸، رقم: ۸۶۴۹
۲۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۱: ۷۱، رقم: ۲۰۷

## سوال 95: بچوں کو پہلا کلمہ سکھانے کی فضیلت کیا ہے؟

**جواب:** بچوں کو پہلا کلمہ سکھانے کی فضیلت یہ ہے کہ اس کلمہ کی بدولت اس کا عقیدہ ٹھیک رہے گا۔ عقیدہ کی درستگی ایمان کے تحفظ کی علامت ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**إِذَا أَفْصَحَ أَوْلَادُكُمْ، فَعَلِّمُوْهُمْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰى مَاتُوْا.** (۱)

جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو ان کو لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ سکھاؤ، پھر ان کی موت آنے تک فکر مت کرو (یعنی شروع میں جب عقیدہ ٹھیک کر دیا اور اسلام کا عقیدہ اس کو سکھا دیا تو اب کوئی ڈر نہیں۔ ایمان کی پختگی اسے ایمان ہی پر زندہ رہنے دے گی اور اسی پر ان شاء اللہ اس کی موت آئے گی)۔

## سوال 96: حضور نبی اکرم ﷺ نے بچپن میں سب سے پہلے کون سا کلمہ ادا فرمایا؟

**جواب:** حضور نبی اکرم ﷺ کے بچپن میں سب سے پہلے ادا کیے گئے کلام کے حوالے سے دو روایات ہیں، جنہیں امام حلبی نے **السیرۃ الحلبیۃ** میں بیان کیا ہے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

---

(۱) ابن السني، عمل اليوم والليلة، ۱: ۳۷۳، رقم: ۴۲۳

كان أول كلام تكلم به ﷺ حين فطمته حليمة رضي الله عنها: الله أكبر تكبيرا، والحمد لله كثيرا، وسبحان الله بكرة وأصيلا. وأنه ﷺ تكلم بهذا عند خروجه من بطن أمه.

وفي رواية: أول كلام تكلم ﷺ به في بعض الليالي، أي وهو عند حليمة: لا إله إلا الله، قدوسا قدوسا، نامت العيون، والرحمن لا تأخذه سنة ولا نوم.[1]

جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو رضاعت (یعنی دودھ پلانا) چھڑوایا تو آپ ﷺ نے سب سے پہلا کلام یہ فرمایا: الله أكبر تكبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة وأصيلا (اللہ بہت بڑا ہے، تمام تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں اور وہ صبح و شام (یعنی ہر وقت) ہر طرح کے عیب اور برائی سے پاک ہے)۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات اپنی والدہ کے بطن سے خروج کے وقت (یعنی وقتِ ولادت باسعادت) ارشاد فرمائے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سب سے پہلا کلام کسی رات ارشاد فرمایا جب کہ آپ ﷺ ابھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی تھے، وہ یہ کلمات تھے: لا إله إلا الله قدوساً قدوساً، نامت العيون، والرحمن لا تأخذه سنة ولا نوم (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات بے عیب ہے، بے عیب ہے، آنکھیں سو گئیں جبکہ نہایت مہربان رب کو نہ

(۱) حلبي، السيرة الحلبية، ۱: ۱۵۱

اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند)۔

لہٰذا بچے کی بہتر تعلیم و تربیت کے آغاز کے لیے ضروری ہے کہ اُسے ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ کے اَسماء، درود شریف اور کلمہ طیبہ بولنا سکھایا جائے۔

# 5

# اَولاد کی پرورش
# میں
# والد کا کردار

## سوال 97: اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم نعمت کون سی ہے؟

**جواب:** والد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد کے لیے ایک عظیم نعمت ہے۔ لفظ 'والد' کہنے کو تو چار حروف کا مرکب ہے لیکن اولاد کے لیے اپنے اندر ولایت، ایثار و وفا، الفت و شفقت، لطف و کرم، دانائی اور دستگیری سموئے ہوئے ہے۔ اگر اس کی عظمت و رفعت کا پاس کرتے ہوئے اولاد اس کی اطاعت، فرمانبرداری، خدمت اور تعظیم بجا لائے جو اُس کی رضا و خوش نودی کا باعث ہو تو یہ اولاد کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوش نودی کے حصول کا باعث ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ.[1]

اللہ تعالیٰ کی رضا باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔

اِس گلشنِ انسانیت کی ابتداء باپ (حضرت آدم علیہ السلام) سے ہوئی اور انہی سے عورت (حضرت حوا علیہا السلام) کا وجود تیار کیا گیا ہے۔ والد کی عظمت کا ایک روشن

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، ۴: ۲۷۴، رقم: ۱۸۹۹

پہلو یہ بھی ہے کہ اولاد کے لیے یہ جنت کا وسطی دروازہ ہے۔ اولاد اس کی قدر و منزلت کا ادراک کرتے ہوئے اسے حاصل کرسکتی ہے۔

حضرت ابو درداء ﷺ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

**اَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِکَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ.** (۱)

باپ جنت کا وسطی دروازہ ہے، اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ چاہے (والد کی نافرمانی کر کے) اس (دروازے) کو ضائع کر دو یا (والد کے ساتھ بھلائی کر کے) اسے (اپنے لیے) محفوظ کرلو۔

والد ایک ثمر بار شجرِ سایہ دار کی مانند ہوتا ہے جو زمانے کی گرم ہواؤں کو خود سہتا ہے اور اولاد کو صرف پھل اور سایہ مہیا کرتا ہے۔ جس طرح سورج حدت کا منبع ہوتا ہے مگر اس کے نہ ہونے سے ساری دنیا اندھیروں میں ڈوب جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح والد کا پیار بھی اس کی ڈانٹ ڈپٹ اور سختی میں چھپا ہوتا ہے۔ ایثار و قربانی کا یہ پیکرِ مجسم اولاد کی بہترین تربیت اور روشن مستقبل کے لیے ہمیشہ سراپا دعا رہتا

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۴۵، رقم: ۲۷۵۵۱

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، ۴: ۲۷۵، رقم: ۱۹۰۰

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۲۱۵، رقم: ۲۷۹۹

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۲۱۵، رقم: ۴۲۵

ہے، جس کی دعا کو اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ، لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ.(۱)

تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور باپ کی اپنی اولاد کے لیے دعا۔

## سوال 98: کفالت سے کیا مراد ہے؟

**جواب:** لفظ 'کفالت' ذمہ داری، ضمانت اور بار اٹھانا کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی بنا پر کفالت سے مراد قبل از پیدائش سے بلوغت تک بچے کی بنیادی ضروریاتِ زندگی یعنی خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج کی فراہمی کا اہتمام کرنا ہے۔

## سوال 99: اولاد کی کفالت کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟

**جواب:** اولاد کی کفالت کرنا والد کی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید میں بچے کے نان و نفقہ کا ذمے دار والد کو قرار دیا گیا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الدعاء، باب دعوة الوالد ودعوة المظلوم، ۲:۱۲۷۰، رقم: ۳۸۶۲

۲۔ طيالسي، المسند، ۱:۳۲۹، رقم: ۲۵۱۷

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ ط لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا ط سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ○[1]

صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت (کے لحاظ) سے خرچ کرنا چاہیے، اور جس شخص پر اُس کا رِزق تنگ کر دیا گیا ہو تو وہ اُسی (روزی) میں سے (بطورِ نفقہ) خرچ کرے جو اُسے اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ اللہ کسی شخص کو مکلّف نہیں ٹھہراتا مگر اسی قدر جتنا کہ اُس نے اسے عطا فرما رکھا ہے، اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش پیدا فرما دے گا○

اسی طرح حدیث مبارک کی رو سے بھی بچوں کی کفالت والد کے ذمہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بِالصَّدَقَةِ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، عِنْدِي دِيْنَارٌ. فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِکَ. قَالَ: عِنْدِي آخَرُ قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى وَلَدِکَ. قَالَ عِنْدِي آخَرُ. قَالَ تَصَدَّقْ بِهٖ عَلٰى زَوْجَتِکَ، أَوْ قَالَ: زَوْجِکَ. قَالَ: عِنْدِي آخَرَ. قَالَ: تَصَدَّقَ بِهٖ عَلٰى خَادِمِکَ. قَالَ عِنْدِي آخَرُ. قَالَ: أَنْتَ أَبْصَرُ.[2]

---

(۱) الطلاق، ۶۵: ۷

(۲) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۱، رقم: ۷۴۱۳

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الزكاة، باب فى صلة الرحم، ۲: ۵۷، رقم: ۱۶۹۱

۳۔ نسائی، السنن، كتاب الزكاة، باب تفسير ذلك، ۵: ۴۵، رقم: ۲۵۳۵

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۸: ۱۲۶، رقم: ۳۳۳۷

←

حضور نبی اکرم ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے (اس کا کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُسے اپنے اوپر خرچ کرو، وہ شخص عرض گزار ہوا: میرے پاس اور بھی ہے، فرمایا: اسے اپنی اولاد پر خرچ کرو۔ وہ پھر عرض گزار ہوا: میرے پاس اور بھی ہے۔ فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کرو۔ عرض کیا: میرے پاس اور بھی ہے۔ فرمایا: اپنے خادم پر خرچ کرو، وہ پھر عرض گزار ہوا: میرے پاس اور بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم جہاں مناسب سمجھو (خرچ کرلو)۔

اُصولی طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی وہی صدقہ و خیرات پسندیدہ ہے جس کے بعد بچوں کی کفالت کی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے اور خوش حالی بھی قائم رہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ.**(1)

بہترین صدقہ وہ ہے، جس کے بعد بھی خوش حالی برقرار رہے اور خرچ کی

........ ۵۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۵۷۵، رقم: ۱۵۱۴

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ الا عن ظہر غنی......، ۲: ۵۱۸، رقم: ۱۳۶۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب النفقات، باب وجوب النفقۃ علی الأهل والعیال، ۵: ۲۰۴۸، رقم: ۵۰۴۱

۳۔ أبو داؤد، السنن، کتاب الزکاۃ، باب الرجل یخرج من مالہ، ۲: ۱۲۵، رقم: ۱۶۷۶

ابتدا ان سے کرو جو تمہارے عیال (گھر والے) ہیں۔

## سوال ۱۰۰: بچوں کی کفالت میں والد کے فرائض کیا ہیں؟

**جواب:** بچوں کی کفالت میں والد کے فرائض درج ذیل ہیں:

رحم مادر میں جنین کے تحفظ اور بہتر نشو ونما کے لیے حاملہ کا نان ونفقہ والد پر فرض ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ.(۱)

اور اگر وہ حاملہ ہوں تو اُن پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ اپنا بچہ جَن لیں۔

سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.(۲)

اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے۔

اولاد میں خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں، باپ پر ان کی کفالت کی ذمہ داری درج ذیل صورتوں میں عائد ہوتی ہے:

۱۔ بیٹا محتاج ہو جس کا کوئی مال نہ ہو۔

---

(۱) الطلاق، ۶۵: ۶

(۲) البقرہ، ۲: ۲۳۳

۲۔ عمرِ بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔

۳۔ اگر بالغ ہے اور کسی ایسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہے جو اُسے روزی کمانے سے مانع ہو تو اُسے لازم ہے کہ کمائے اور اپنے اوپر خرچ کرے۔ بصورتِ دیگر اس کی کفالت اور نفقہ والد کے ذمہ رہے گا۔

۴۔ اگر بیٹا تعلیم حاصل کر رہا ہے اور روزگار میسر نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا نفقہ باپ پر ہوگا، اگرچہ لڑکا بالغ ہوگیا ہو۔

۵۔ بیٹی خواہ نابالغ ہے یا بالغ، جب تک اُس کی شادی نہیں ہو جاتی اس کی کفالت اور نفقہ باپ پر واجب ہے۔

۶۔ بیٹی اگر محتاج ہے تو اس کی کفالت اور نفقہ باپ پر واجب ہوگا، لیکن اگر مال کی مالک ہے تو اس کے مال سے اس پر خرچ کرنا واجب ہے۔

## سوال 101: جو والد بچوں کی کفالت نہیں کرتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

**جواب:** جو والد دنیاوی نمود و نمائش کے لیے، فلاحی و رفاہی کاموں میں اور اپنے دوستوں کے ساتھ عیش و عشرت کے لیے خوب خرچ کرے، لیکن اس کے برعکس اپنے بچوں کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت برتتے ہوئے انہیں فاقہ کشی میں مبتلا رکھے تو ایسے شخص کے بارے میں حدیث مبارک میں سخت وعید آئی ہے:

وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا مُكَاثِرًا بِهَا حَلَالًا مُرَائِيًا، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.(1)

(۱) ا۔ ابن أبي شيبه، المصنف، كتاب البيوع والأقضية، في التجارة والرغبة ــــ

اور جس نے حلال طریقے سے دنیا اس لیے کمائی کہ وہ دوسروں پر اس کی نمود و نمائش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَقُوْتُ.** (1)

آدمی کے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنی (حلال) روزی کو ضائع کر دے۔

## سوال 102: اولاد پر خرچ کرنے کی فضیلت کیا ہے؟

**جواب:** اولاد کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے کے لیے خرچ کرنا محض دنیا داری نہیں بلکہ عین تقاضائے دین اور شریعت کی تعلیمات کے مطابق ہے۔ احادیث مبارکہ میں سب سے پہلے اولاد پر خرچ کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اسے بہترین صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**أَفْضَلُ الدِّيْنَارِ دِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰى عِيَالِهِ، وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ**

---

........ فيها، ۴: ۴۶۷، رقم: ۲۲۱۸۶

۲۔ بيهقي، شعب الايمان، ۷: ۲۹۸، رقم: ۱۰۳۷۴

۳۔ إسحاق بن راهويه، المسند، ۱: ۳۵۳، رقم: ۳۵۲

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۰، رقم: ۶۴۹۵

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، ۲: ۵۷، رقم: ۱۶۹۲

۳۔ بزار، المسند، ۶: ۳۹۳، رقم: ۲۴۱۵

عَلٰی دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِيْنَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰی أَصْحَابِهٖ فِي سَبِيلِ اللهِ. قَالَ أَبُوْ قَلَابَةَ: بَدَأَ بِالْعِيَالِ ثُمَّ قَالَ: فَأَيُّ رَجُلٍ أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنْ رَجُلٍ يُنْفِقُ عَلٰی عِيَالٍ لَهٗ صِغَارٍ، يُعِفُّهُمُ اللهُ بِهٖ وَيُغْنِيهِمُ اللهُ بِهٖ.[(۱)]

بہترین دینار وہ ہے جسے آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے، پھر وہ دینار جسے آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں (زیر استعمال) اپنے چوپائے (سواری) پر خرچ کرے، پھر وہ دینار جسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ ابوقلابہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے اہل وعیال سے شروع فرمایا اور پھر فرمایا: اس شخص سے زیادہ اجر والا کون ہے کہ جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس (عمل) کے سبب انہیں پاک دامن رکھتا ہے اور اس کے ذریعے انہیں غنی کرتا ہے!

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰی أَهْلِهٖ صَدَقَةٌ.[(۲)]

آدمی کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في النفقة على الأهل، ۴: ۳۰۴، رقم: ۱۹۶۶

(۲) ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فى النفقة على الأهل، ۴: ۳۰۳، رقم: ۱۹۶۵

## سوال 103: کس عمل سے روزِ قیامت والد کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکے گا؟

**جواب:** حلال ذرائع سے روزی کما کر اپنے بچوں کی کفالت کرنے والے والد کا چہرہ روزِ قیامت چودھویں کے چاند کی طرح چمکے گا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا اسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ، وَسَعْيًا عَلٰى أَهْلِهٖ، وَتَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ، لَقِيَ اللهَ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ.** (1)

جس شخص نے حلال ذرائع سے دنیا طلب کی تاکہ خود کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچائے رکھے اور اپنے اہل و عیال کے لیے روزی مہیا کرے اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اُس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔

## سوال 104: والد کا بچوں پر ناجائز دباؤ کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

**جواب:** والد کا بچوں پر ناجائز دباؤ درج ذیل اثرات مرتب کرتا ہے:

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبه، المصنف، كتاب البيوع والأقضية، في التجارة والرغبة فيها، ۴: ۴۶۷، رقم: ۲۲۱۸۶

۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۷: ۲۹۸، رقم: ۱۰۳۷۴

۳۔ اسحاق بن راهويه، المسند، ۱: ۳۵۳، رقم: ۳۵۲

۱۔ ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ اور غصہ نہ صرف بچوں کی ذہنی و جسمانی نشو و نما پر اثر انداز ہوتا ہے، بلکہ والد اور بچوں میں دوری کا سبب بھی بنتا ہے۔ وہ کسی کو بھی اپنی بات سمجھانے سے قاصر رہتے ہیں۔

۲۔ بچے والدین کا عکس ہوتے ہیں۔ اگر باپ بے جا غصہ اور رعب جمانے والا ہو تو بچوں کی عادات میں بھی وہی رنگ نظر آئے گا۔

۳۔ بچے انتہائی خاموش اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں۔ بچپن کا وہ چلبلا پن جو بچوں کی فطرت ہے وہ ان میں مفقود ہو جاتا ہے۔

۴۔ بچے جب اپنے جذبات کو مجروح ہوتا دیکھتے ہیں تو منفی احساسات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خود اعتمادی کے فقدان کے باعث وہ کسی بھی تعمیری کام میں حصہ لینے سے گھبراتے ہیں۔

۵۔ بچوں کی مثبت صلاحیتیں منفی رخ اختیار کر لیتی ہیں جس کے نتائج نہ صرف گھر کے اندر خرابی کا باعث بنتے ہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے بھی وبال بن جاتے ہیں۔

## سوال 105: والد بچوں کے لیے گھر کا ماحول کیسے خوش گوار بنا سکتا ہے؟

**جواب:** بچوں کی بہترین ذہنی و جسمانی نشو و نما کے لیے والد اپنی محبت و شفقت، نرمی اور باہمی تعاون سے گھر کے ماحول کو درج ذیل طریقوں سے خوش گوار بنا سکتا ہے:

۱۔ بچوں کو پیار کرنا، گود میں لینا، کندھوں پر بٹھانا جہاں والد کے لیے خوشی اور

طمانیت کا باعث بنتا ہے وہاں بچوں کے لیے بھی ذہنی آسودگی اور والد کے ساتھ محبت میں پختگی کا ذریعہ بنتا ہے۔

۲۔ گھر کے ماحول کو پر سکون بنانے کے لیے والد کو چاہیے کہ وہ گھریلو اختلافات اور ازدواجی جھگڑوں سے جس قدر ممکن ہو گریز کرے۔ اختلاف ہونے کی صورت میں بچوں کے سامنے بحث و مباحثے سے اجتناب کرے۔

۳۔ جس طرح والدین کے ساتھ اچھے تعلقات بچوں کے لیے گھر کا ماحول خوش گوار بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اُسی طرح دیگر اعزا و اقارب یعنی دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ کے ساتھ والد کا مثبت اور محبت پر مبنی رویہ بھی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ وہ تمام افراد بچوں کے لیے فطری محبت کا جذبہ رکھتے ہیں اور والد کا ایسا رویہ بچوں میں اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ محبت اور قربت پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۴۔ اپنے بچوں کے لیے گھر کے ماحول کو بہتر بنانے اور ان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو نکھارنے میں والد ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا والد کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو پر اعتماد، مؤدب اور معاملہ فہم بنانے کے لیے ان کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھے۔ ان کی ذہنی، جسمانی اور سماجی نشو و نما پر توجہ دے کیوں کہ بچوں میں بہت سی خامیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا سد باب اگر اولین مراحل میں ہی کر لیا جائے تو بچہ اپنی آئندہ زندگی میں بہت

سی دشواریوں اور مشکلات سے بچ سکتا ہے۔

۵۔ کھیلنا بچوں کا فطری حق ہے۔ ایک سال تک کے بچے رنگا رنگ کھلونوں میں دل چسپی لیتے ہیں۔ والد انہیں کھلونے مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی سرگرمیوں اور مصروفیات میں دلچسپی لے کر گھر کے ماحول کو خوش گوار بنا سکتا ہے۔

## سوال 106: والد بچوں کو اپنے ساتھ کیسے مانوس کر سکتا ہے؟

**جواب:** دورِ حاضر میں معاشی جد و جہد کی رفتار اتنی تیز ہوتی جا رہی ہے کہ خاندان کے افراد کے درمیان فاصلے پیدا ہو رہے ہیں، رزقِ حلال کمانے کی فکر اعصاب پر اس قدر مسلط ہے کہ والد کو اتنی فرصت بھی نہیں ملتی کہ وہ کچھ وقت اپنے بچوں کے ساتھ گزار سکے۔ وہ صبح سویرے بچوں کے بیدار ہونے سے پہلے کام پر چلا جاتا ہے اور رات کو اس وقت لوٹتا ہے جب بچے سو چکے ہوتے ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے بچوں کی بنیادی ضروریات مہیا کرنے میں تو کامیاب ہو جاتا ہے لیکن انہیں اپنے ساتھ مانوس کرنے میں ناکام نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچے والد سے گھلنے ملنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں جس سے ان کو بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

والد اپنے بچوں کو درج ذیل طریقوں سے اپنے ساتھ مانوس کر سکتا ہے:

### ا۔ پیار، محبت اور شفقت

محبت اور شفقت کا رویہ بچوں کو امن، سکون اور اطمینان عطا کرتا ہے اور ان کی قدرتی اور فطری صلاحیتوں کو نکھارتا ہے۔ بچوں کے ساتھ محبت ہی انہیں محبت

کرنے کے انداز اور ڈھنگ سکھاتی ہے اور ان کے مہر و محبت کے جذبہ کو بیدار کرتی ہے۔ والد اور بچوں کے مابین ربط و تعلق کو محفوظ طریقے سے پروان چڑھانے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ محبت کا یہ میلان ان کی نشو ونما کے ساتھ مزید بڑھتا ہے اور یہی وہ ہتھیار ہیں جن سے والد مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے اور اپنے بچوں کو اپنے ساتھ مانوس کرسکتا ہے۔ محبت سے جہاں سکون اور اطمینان کی فصل اُگتی ہے وہاں اس سے رشتوں میں اِستحکام بھی پیدا ہوتا ہے۔

## ۲۔ مناسب وقت ساتھ گزارنا

بچے اپنی حیثیت اُجاگر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی اس ضرورت کی تکمیل کی خاطر باپ کا بچوں کے ساتھ وقت گزارنا ضروری ہے۔ اسے چاہیے کہ بچوں کے ساتھ مختلف طریقوں سے وقت گزارے مثلاً بچوں کو سیر و تفریح کے لیے کہیں لے جانا، ان کے ساتھ کھیلنا کودنا، بچوں کو خوش کر دینے والی من پسند اشیاء انہیں دینا بشرطیکہ حد سے تجاوز نہ ہو۔ یہ وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے والد بچوں کو اپنے ساتھ مانوس کرسکتا ہے، بچوں کو صرف یہ شعور ہو جائے کہ باپ کو ان سے پیار ہے۔ یہی احساس ان کی بہترین نشوونما کے لیے کافی ہے۔ جس سے ان کی بے شمار پوشیدہ صلاحیتوں کو پروان چڑھنے کا موقع مل سکتا ہے۔

## ۳۔ پسند و نا پسند کی معرفت

والد کو معلوم ہونا چاہیے کہ بچے اس سے کیا چاہتا ہے، کیوں کہ وہ بچے کی پسند و نا پسند سے جس قدر واقف ہوگا اسی قدر وہ نہ صرف اس کی بہترین رہنمائی

کرسکتا ہے بلکہ اسے اپنے ساتھ مانوس بھی کرسکتا ہے۔ ماہرین کے نزدیک بچے کے بنیادی مطالبات کی معرفت اور اس کے جذبات کی قدر کرنا ہی اس کا احترام ہے۔

### ۴۔ بھرپور توجہ دینا

بچوں کی بات کو توجہ سے سننا وہ اہم ترین ذریعہ ہے جو والد اور بچوں کے درمیان تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ چھوٹی عمر میں بچوں کو والد کی طرف سے ملنے والی یہ توجہ بڑھاپے کے وقت بچوں کو والد کے قریب رکھتی ہے۔

## سوال 107: حضور نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ تربیتِ اولاد میں کس طرح والد کی رہنمائی فرماتا ہے؟

**جواب:** حضور نبی اکرم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں والد کو اپنے بچوں کے ساتھ درج ذیل طریقوں سے پیش آنا چاہیے:

### ا۔ پیدائش پر خوشی کا اظہار

والد کو اولاد کی پیدائش پر معاشی تنگی، صحت کی خرابی یا اسے اپنے حق میں مصیبت سمجھنے کی بجائے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے کیوں کہ یہ سنت رسول ﷺ ہے۔

روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خبر لے کر آئے تو بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں آپ ﷺ نے اُنہیں غلامی سے آزاد فرما دیا۔[1]

(۱) عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوة، ۲: ۷۷۳

## ۲۔ بچوں کے ساتھ یکساں رویہ

اولاد خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں سب کے ساتھ یکساں رویہ رکھنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ والد کو مساوات اور عدل کا درس دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے اولاد سے پیار و محبت میں کبھی فرق نہیں کیا اور بیٹیوں سے نفرت اور انہیں زندہ درگور کرنے والی قبیح رسم کا نہ صرف خاتمہ کیا بلکہ آپ ﷺ نے ان کی خصوصی دیکھ بھال اور تربیت کا اہتمام کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا. قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ. أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ.(۱)

جس شخص کی بیٹیاں ہوں سو وہ نہ تو انہیں زندہ درگور کرے، نہ ہی ان کی اہانت کرے اور نہ ہی بیٹوں کو ان پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

## ۳۔ شفقت و محبت

حضور نبی اکرم ﷺ بچوں کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے لہٰذا والد

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۲۳، رقم: ۱۹۵۷

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الأدب، باب في فضل من عال يتيما، ۴: ۳۷۵، رقم: ۵۱۴۶

۳۔ ابن أبي شيبه، المصنف، ۵: ۲۲۱، رقم: ۲۵۴۳۵

۴۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۱۹۶، رقم: ۷۳۴۸

کو اپنے بچوں کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آنا چاہیے۔

حضرت ابو قتادہ انصاری ﷛ سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي، وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ. فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا.(۱)

رسول اللہ ﷺ (نفلی) نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ ﷺ نے حضرت اُمامہ بنتِ زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ (یعنی اپنی نواسی) کو اُٹھایا ہوا تھا جو ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس سے تھیں۔ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو اُسے بٹھا دیتے اور جب قیام فرماتے تو اُسے اُٹھا لیتے۔

حضرت عائشہ ﷝ بیان کرتی ہیں:

قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. فَقَالُوْا: أَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَقَالُوْا: نَعَمْ. فَقَالُوْا: لٰكِنَّا، وَاللهِ، مَا نُقَبِّلُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: وَأَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللهُ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ؟(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، كتاب الصلاة، باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة، ۱:۱۹۳، رقم: ۴۹۴

۲۔ مسلم في الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب جواز حمل الصبيان في الصلاة، ۱:۳۸۵، رقم: ۵۴۳۔

(۲) ۱۔ بخاري، الصحيح، كتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته، ۵:۲۲۳۵، رقم: ۵۶۵۲

←

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ دیہاتی لوگ آئے، اور اُنہوں نے پوچھا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ حاضرین نے کہا: ہاں! اُنہوں نے کہا: بخدا ہم تو اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟

## ۴۔ بچوں کی پسند کا خیال رکھنا

حضور نبی اکرم ﷺ بچوں کی طبیعت سے بخوبی واقف تھے، اس لیے آپ ﷺ بچوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرماتے جیسے ان کی پسند ہوتی۔ حسنین کریمین کو حضور نبی اکرم ﷺ خوش کرنے کے لیے اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

**كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَامِلَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ، فَقَالَ رَجُلٌ: نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ.** (۱)

---

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال وتواضعه وفضل ذلك، ۴:۱۸۰۸، رقم:۲۳۱۷

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶:۵۶، رقم:۲۴۳۳۶

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأدب، باب برّ الوالد والإحسان إلى البنات، ۲:۱۲۰۹، رقم:۳۶۶۵۔

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين علیہما السلام، ۵:۶۶۱، رقم:۳۷۸۴

رسول اللہ ﷺ، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے تھے، ایک شخص نے کہا: اے لڑکے! تو کتنی اچھی سواری پر سوار ہے۔ اس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو کیا ہی اچھا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

**دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَمْشِي عَلٰى أَرْبَعَةٍ، وَعَلٰى ظَهْرِهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہما، وَهُوَ يَقُوْلُ: نِعْمَ الْجَمَلُ جَمَلُكُمَا، وَنِعْمَ الْعِدْلَانِ أَنْتُمَا.** (1)

میں حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ گھٹنوں اور دونوں ہاتھوں کے بل چل رہے تھے، آپ ﷺ کی پشت مبارک پر حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام سوار تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: تم دونوں کا اونٹ کیا خوب اونٹ ہے اور تم دونوں کیا خوب سوار ہو۔

## سوال 108: اگر کسی بچے کی ماں دودھ پلانے سے معذور ہو تو ایسی صورت میں رضاعی ماں کا معاوضہ کس کے ذمہ ہوگا؟

**جواب:** اگر ماں کسی وجہ سے اپنے بچے کو دودھ پلانے سے قاصر ہو تو اس صورت میں بچے کے دودھ پلانے کا انتظام کرنا اور اس کے اخراجات اٹھانا والد کے ذمہ واجب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

.........۲۔ حاکم في المستدرك، ۳: ۱۸۶، رقم: ۴۷۹۴

۳۔ مقدسي، ذخيرة الحفاظ، ۱: ۱۹۹، رقم: ۱۹

(۱) طبراني، المعجم الكبير، ۳: ۵۲، رقم: ۲۶۶۱

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.[1]

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے۔

اگر بچے کی ماں کی زوجیت برقرار نہ رہے تو اس صورت میں سابقہ شوہر کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنے شیر خوار بچے کی مدت رضاعت کی اجرت ادا کرے۔

## سوال 109: کیا رضاعی ماں کا شوہر بچے کے والد کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟

**جواب:** جی ہاں! رضاعی ماں کا شوہر عزت و شرف میں بچے کے والد کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ اسلام کی رُو سے رضاعت ایک ایسا مقدس منصب ہے جس کی بنا پر حقیقی والدین کے نسب کے ذریعے جو رشتے حرام ہوجاتے ہیں وہ رشتے رضاعی والدین کی نسبت سے بھی برابر حرام ہو جاتے ہیں۔

اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.[2]

---

(۱) البقرہ، ۲: ۲۳۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب النكاح، باب ما يحل من الدخول والنظر إلى النساء في الرضاع، ۵: ۲۰۰۷، رقم: ۴۹۴۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الرضاع، باب يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة، ۲: ۱۰۶۸، رقم: ۱۴۴۴

رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش سے حرام ہوتے ہیں۔

اِس رشتے کی عزت و تکریم کا علم ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ملتا ہے۔

حضرت عمر بن السائب سے روایت ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ جَالِسًا يَوْمًا، فَأَقْبَلَ أَبُوْهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِ الْآخَرِ، فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوْهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ، فَقَامَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ.(1)

رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد تشریف لائے، آپ ﷺ نے اُن کے لیے اپنی چادر کا کچھ حصہ بچھا دیا تو وہ اُس پر تشریف فرما ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے اُن کے لیے بھی اپنی چادر کا دوسرا حصہ بچھا دیا، سو وہ بھی اُس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا اور اُنہیں اپنے سامنے بٹھا لیا۔

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الأدب، باب في بر الوالدين، ۴: ۳۳۷، رقم: ۵۱۴۵

۲۔ ابن مفلح المقدسي، الآداب الشرعية، ۱: ۴۴۰

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کس قدر اپنے رضاعی رشتوں کا احترام کرتے تھے۔ گویا اُن کا احترام اُسی طرح ہے جس طرح حقیقی رشتوں کا احترام لازم ہے۔

# 6

# بچوں کی پرورش
# میں
# والدین کا کردار

## سوال ۱۱۰: پرورشِ اولاد کسے کہتے ہیں؟

**جواب:** بچوں کی کفالت یعنی انہیں پالنے اور ان پر خرچ کرنے کو پرورشِ اولاد کہتے ہیں۔ اولاد کی اچھی یا بری تربیت کا دار و مدار والدین کی پرورش اور نگہداشت پر ہوتا ہے، جس میں اس کا تحفظ، صحت بخش غذا، صاف ستھرا لباس، پاکیزہ ماحول اور علاج معالجے کے ساتھ ساتھ ان کی صحیح خطوط پر ذہن سازی، اخلاق و کردار اور مناسب تعلیم و تربیت شامل ہے۔

## سوال ۱۱۱: بچوں کی شخصیت پر والدین کی پیشہ ورانہ مصروفیات کیا اثرات مرتب کرتی ہیں؟

**جواب:** فی زمانہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیشِ نظر بچوں کو عہد جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور ان کا معیار زندگی بلند کرنے کی خاطر جہاں ماں باپ دونوں ہی ملازمت کرتے نظر آتے ہیں، وہیں حصولِ معاش کی تگ و دو میں بچوں کی تربیت سے بری الذمہ ہوکر انہیں غیر تربیت یافتہ گھریلو ملازمین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس سے بچوں کی شخصیت پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں:

۱۔ والدین کی بھرپور توجہ نہ پانے والے بچوں کی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔

ایسے بچے والدین کی محبت اور ان کی تربیت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

۲۔ والدین اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات کے باعث بچوں کی پرورش میں کوتاہی برتتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے بچے ڈرے، سہمے، عدمِ تحفظ کا شکار اور خود اِعتمادی سے محروم رہتے ہیں۔

۳۔ والدین کی نگرانی سے محروم بچے اکثر صحت کے مسائل سے دو چار رہتے ہیں۔

۴۔ ملازمت پیشہ والدین کے بچے اپنا زیادہ تر وقت ٹیلی ویژن دیکھنے اور وقت ضائع کرنے والی مختلف سرگرمیوں میں گزار دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عملی زندگی میں ناکامی سے دوچار ہوتے ہیں۔

## سوال 112: والدین کے باہمی لڑائی جھگڑوں سے بچوں پر کیا منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

**جواب:** والدین کے آپس کے لڑائی جھگڑے، اِختلافات اور مسلسل کشمکش بچوں کی زندگی میں سکون و اطمینان مہیا کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتے ہیں۔ اس سے بچوں پر شدید نوعیت کے درج ذیل منفی اور نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں:

### ا۔ نفسیاتی مسائل

گھر میں موجود لڑائی جھگڑے اور تناؤ بچوں کی ذہنی اور جسمانی نشو و نما پر

منفی اثرات مرتب کر کے انہیں نفسیاتی امراض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کی قوتِ اظہار میں کمی واقع ہوتی ہے اور انہیں ذہانت کے موافق ماحول اور مواقع نہ ملنے پر ان کی صلاحیتوں کی ترقی کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔

## ۲۔ والدین سے دوری

بچوں کو پر سکون رہنے کے لئے بنیادی طور پر والدین کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب وہ خود انہیں غیر آسودہ اور تناؤ کا شکار دیکھتے ہیں تو وہ ذاتی اعتماد سے محروم ہو کر اطمینان و سکون کی نئی راہیں تلاش کرنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً بچے والدین سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔

## ۳۔ حسنِ اَخلاق سے عاری

مسلسل کشیدہ گھریلو ماحول میں بچے حسنِ اَخلاق سے عاری ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے ایک باوقار شخصیت کا مالک بننا ممکن نہیں رہتا۔

## ۴۔ اِحساس کمتری

والدین کے مابین مسلسل تصادم کی فضا میں پلنے والے بچے مایوسی اور اِحساسِ کمتری کا شکار رہتے ہیں۔

## سوال 113: کیا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے؟

**جواب:** جی ہاں! ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کی شخصیت اندرونی اور بیرونی عوامل مثلاً والدین، تعلیم و تربیت، سازگار ماحول اور افرادِ معاشرہ سے مل

کر تشکیل پاتی ہے۔ ان عوامل میں سب سے پہلے والدین کا کردار بچے کی شخصیت کو متأثر کرتا ہے۔ لہٰذا والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کی دینی و دنیوی لحاظ سے تربیت اس نہج پر کریں کہ اسے اپنی فطرت پر قائم رہنے میں مدد ملے جس پر اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ نیز اسے ایسا سازگار ماحول فراہم کریں جس میں فطری طور پر ودیعت کیے گئے عقائد نشو ونما پا سکیں۔

اسی حقیقت کو حدیث مبارک میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

**كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ.**(1)

ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

## سوال 114: بچوں کی پرورش میں اِرد گرد کا ماحول کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

**جواب:** بچپن کا ابتدائی دور بچوں کی پرورش کے لحاظ سے ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ارد گرد کا ماحول مثلاً گھر، والدین، خاندان اور رشتے دار بچے پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس لیے والدین کو بہتر حکمت عملی اپناتے ہوئے بچوں کے سامنے اچھے الفاظ کا استعمال اور فضول گفتگو سے اجتناب کرنا چاہیے

---

(1) بخاری، الصحیح، كتاب الجنائز، باب ماقيل في أولاد المشركين، 1: 465، رقم: 1319

کیوں کہ وہ ان کے پہلے استاد بطور رول ماڈل ہوتے ہیں۔

اکثر والدین بچوں سے گفتگو ان کی (توتلی) زبان میں کرتے ہوئے خود بھی بچے بن جاتے ہیں اور ایسے مہمل الفاظ بولتے ہیں مثلاً پانی کو مانی، روٹی کو لوتی، پکڑو کو پتڑو وغیرہ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے حروف کا صحیح مخزن نہیں سیکھ پاتے اور غلط تلفظ ان کے ذہن میں نقش ہوجاتے ہیں۔ اس سے ان کا اندازِ گفتگو متاثر ہوتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچوں کو بچپن سے ہی درست تلفظ کے ساتھ الفاظ کی ادائیگی سکھائیں۔

## سوال 115: والدین گھر کو بچوں کے لیے کیسے محفوظ بنا سکتے ہیں؟

**جواب:** والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو ابتدائی عمر میں گھر کے اندر نقل و حرکت کی آزادی دیں تاکہ وہ اپنی ابھرتی ہوئی جسمانی اہلیتوں کو آزمانے اور ان کی مشق کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل کرسکیں۔ یہ آزادی فراہم کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ گھر کے احاطے میں بیڈ روم، کچن، باتھ روم اور اسٹور وغیرہ جو خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، ان جگہوں کو ایسی اشیاء سے پاک رکھیں جو بچوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ والدین ان جگہوں کو بچوں کے لیے درج ذیل طریقوں سے محفوظ بنا سکتے ہیں:

۱۔ بجلی کی تاریں، سوئچ بورڈ، برقی آلات، آتش گیر مواد، کانچ اور آسانی سے ٹوٹنے والی نوکیلی اشیاء کو محفوظ جگہ پر رکھا جائے۔

۲۔ چھوٹی چھوٹی اشیاء جنہیں بچے آسانی سے نگل سکتے ہیں، خصوصاً پیپر پن

(paper pin)، سوئی (needle)، بیڈز (beads) اور ادویات وغیرہ ان کی پہنچ سے دور رکھیں۔

۳۔ ہلکی اور غیر متوازن اشیاء مثلاً کرسی، سٹول، فلور لیمپ، سٹینڈ، گملے وغیرہ بچوں کی کھیل کود کے مقام سے دور رکھی جائیں۔

۴۔ گھٹنوں کے بل چلنے والے بچوں کے گرنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں کا گرنا اس وقت زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتا ہے جب وہ تنہا سیڑھیوں سے اترنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا سیڑھیوں کے سامنے کوئی رکاوٹ رکھ دی جائے یا ممکن ہو تو سیڑھیوں کو گیٹ لگوا کر بند کر دیا جائے۔

۵۔ بچے کو اَز خود کبھی باتھ روم یا پانی کے ٹب میں داخل نہ ہونے دیا جائے اس ضمن میں دو سال سے کم عمر کے بچوں کے لئے خصوصی احتیاط برتی جائے۔

٦۔ بچوں کو تنہا چھوڑنے سے گریز کیا جائے اور ہمہ وقت اپنی نگرانی میں رکھا جائے۔ یہ نہ ہو کہ آٹھ ماہ کے بچے کو تین سال کے بچے کے پاس تنہا چھوڑ کر مطمئن ہو جائیں۔

## سوال 116: والدین کون سا ابتدائی طبی امداد کا سامان گھر میں رکھیں؟

جواب: معمولی حادثات سے نبٹنے اور ان اثرات کا تدارک کرنے کے لئے والدین کو ابتدائی طبی امداد کے اصولوں سے واقفیت بھی حاصل ہونی چاہیے۔ گھر میں ابتدائی

طبی امداد کے باکس میں درج ذیل دس اشیاء ضرور شامل ہونی چاہیں:

**۱۔روئی یا ٹشو پیپرز** : زخم کو صاف کرنے کے لیے

**۲۔سنی پلاس** : زخم پر لگانے کے لیے

**۳۔ پٹیاں** : زخم پُر کرنے کے لیے

**۴۔ بینڈیجز** : پیٹیوں کو اپنی جگہ قائم رکھنے کے لیے

**۵۔سفٹی پنز** : بینڈیجز کو اپنی جگہ قائم رکھنے کے لیے

**۶۔قینچی** : پٹیاں اور بینڈیجز کاٹنے کے لیے

**۷۔کریپ بینڈیج** : موچ آنے کی صورت میں متاثرہ جوڑ کو سہارا دینے کے لیے

**۸۔لمبی پٹی** : بازو پر چوٹ لگ جانے کی صورت میں بازو کو گلے میں لٹکا کر سہارا دینے کے لیے

**۹۔آئی اینڈ ائیر ڈراپس:** آنکھیں اور کان صاف کرنے کے لیے

**۱۰۔ٹھنڈا پاؤڈر یا کریم:** جھلسے زخموں، خشک جلد یا چھوٹے موٹے کیڑے کے کاٹنے سے ہونے والی سوزش کو آرام پہنچانے کے لیے

**سوال 117: کیا بچوں کی صحت اور جسمانی نشو و نما کے لیے حفاظتی ٹیکے لگوانا ضروری ہے؟**

**جواب:** جی ہاں! جدید طبی تحقیقات کے مطابق بچوں کی صحت اور جسمانی نشو و نما

کے لئے حفاظتی ٹیکے لگوانا نہایت ضروری ہے۔ حفاظتی ٹیکے بچوں کو پولیو، خناق، تشنج، کالی کھانسی، ٹی بی، خسرہ، نمونیا اور ہیپاٹائٹس جیسی کئی مہلک بیماریوں سے بچاتے اور ان میں معذوری اور اموات کی شرح کو کم کرتے ہیں۔ یہ بچوں کے جسم میں بیماری کے خلاف قوتِ مدافعت کو بڑھا دیتے ہیں۔اس لیے والدین کی اولین ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ حفاظتی ٹیکوں کی اہمیت کے پیشِ نظر شیڈول کے مطابق بچے کی پیدائش پر بی۔ سی۔ جی کا ٹیکہ لگوائیں اور پولیو کے قطرے پلوائیں۔ نیز بعد ازاں اس کے بقیہ کورس کو بچے کی صحت اور جسمانی نشو ونما کے ساتھ ساتھ مکمل کروائیں۔ حفاظتی ٹیکوں کو صحت کی دیکھ بھال کی سب سے زیادہ مؤثر دریافت تصور کیا جاتا ہے جس سے لاکھوں بچوں کی زندگیاں بچائی جاتی ہیں۔

## سوال 118: نومولود بچوں کی بیماری کی صورت میں اینٹی بائیوٹک ادویات کا استعمال کیسا ہے؟

**جواب:** اینٹی بائیوٹکس کو انتہائی ناگزیر حالات میں ڈاکٹر کے تجویز کردہ نسخے کے بغیر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ادویات اگرچہ جسم میں موجود بیماریوں کے جراثیم کا خاتمہ تو کر دیتی ہیں مگر ساتھ ہی ان ضروری بیکٹر یا کو بھی مار دیتی ہیں جو ہمارے جسم کے لیے ضروری ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اینٹی بائیوٹکس کا ضرورت سے زائد یا غلط استعمال انسانی زندگی کو ناقابلِ تلافی نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔

**سوال ۱۱۹: اینٹی بائیوٹک ادویات کے انتخاب یا استعمال میں والدین اور ڈاکٹروں کا رویہ کیا ہونا چاہیے؟**

**جواب:** اینٹی بائیوٹک ادویات کے انتخاب میں احتیاط ہی واحد طریقہ ہے جو بچوں کو سنگین نقصان سے بچا سکتی ہے۔ بلا شبہ والدین بیماری کی حالت میں بچوں کو جلد صحت یاب دیکھنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنے اس طرزِ عمل سے بچے کی صحت کو ناقابل تلافی نقصان سے بھی دوچار کر سکتے ہیں۔ بچے اس نقصان سے اسی وقت بچ سکتے ہیں جب والدین ڈاکٹروں کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ اینٹی بائیوٹک ادویات کے انتخاب میں والدین اور ڈاکٹروں کا رویہ درج ذیل نوعیت کا ہونا چاہیے:

۱۔ والدین بچے کے لئے اینٹی بایوٹک دوا کے لئے اصرار نہ کریں اور ڈاکٹر کو مرض کی نوعیت کے اعتبار سے دوا تجویز کرنے دیں۔

۲۔ بیش تر ڈاکٹر علاج میں کوئی کوتاہی کیے بغیر دس سے پچاس فیصد اینٹی بائیوٹک ادویات کی تجویز کم کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر نزلہ، زکام، کھانسی جیسی کئی بیماریوں میں اینٹی بائیوٹک کے بغیر بھی صحت یابی ممکن ہوتی ہے لیکن اس میں کچھ وقت لگتا ہے۔ لہٰذا اس عمل کو برداشت کیا جائے۔

۳۔ اینٹی بایوٹک ادویات بذاتِ خود نقصان دہ ہونے کے باوجود فوائد کے لحاظ زیادہ اہمیت کی حامل ہیں لیکن ضروری ہے کہ معالج مرض کی نوعیت کے مطابق دوا کا انتخاب توجہ اور احتیاط سے کرے۔

۴۔ والدین کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اینٹی بایوٹک ادویات صرف

انفیکشنز کے لئے ہی مفید ہوتی ہیں۔ وبائی بیماریوں میں یہ کوئی کردار نہیں رکھتی ہیں۔ اینٹی بایوٹک دوا تصدیق کے بعد ہی دی جانی چاہیے۔

۵۔ جب دوا کا استعمال شروع کیا جائے تو صحت یابی کے باوجود تجویز شدہ نسخے کے مطابق پانچ یا سات روز کا کورس مکمل کروایا جائے۔ دوا کی کم مقدار بیکٹیریا کے دوبارہ پروان چڑھنے کا سبب بن جاتی ہے۔

٦۔ یہ بھی ممکن ہے دوا کے استعمال کے بعد منفی ردِعمل سامنے آئے۔ اس صورت میں فوری طور پر معالج سے رابطہ کیا جائے۔

## سوال 120: ادویات کا بے جا استعمال یا بالکل نظر انداز کردینا کیسا ہے؟

**جواب:** علاج کے لیے ادویات کا بے جا استعمال یا بیماری کو معمولی سمجھتے ہوئے بالکل نظر انداز کردینے کی دونوں صورتیں بچے کے لیے خطرناک ہے۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ اگر بچہ کسی بیماری یا تکلیف میں مبتلا ہے تو اسے معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کریں اور نہ ہی خود معالج بن کر دوائی کا انتخاب کریں۔

بسا اوقات بچے کے بیمار ہونے کی صورت میں والدین بیماری کی تشخیص اور ڈاکٹر سے رجوع کیے بغیر از خود کوئی دوا دے دیتے ہیں مثلاً کھانسی میں کوئی سا شربت، بخار میں پیناڈال یا بروفن سیرپ وغیرہ۔ والدین کا ایسا رویہ بچے کو مزید بیمار کرنے کا باعث ہوسکتا ہے۔

اسی طرح بعض والدین بیماری کو معمولی سمجھتے ہوئے ادویات کا استعمال یکسر نظر انداز کردیتے ہیں جیسا عموماً بچے کے دانت نکلنے کے دوران بچے کو بخار اور

اسہال لاحق ہونے کو والدین معمولی سمجھتے ہیں کہ دانت نکلنے کا مرحلہ مکمل ہوجانے کے بعد بچہ تندرست ہوجائے گا۔ یہ نظریہ قطعی طور پر غلط ہے۔ بخار یا اسہال کا تعلق کسی طور پر بھی دانت نکلنے کے عمل کے ساتھ جڑا نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسی صورتِ حال میں ان بیماریوں کے علاج کے لیے بروقت ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے تا کہ ان پر قابو پایا جاسکے۔

## سوال 121: معذوری کیا ہے؟

**جواب:** معذوری سے مراد جسمانی یا ذہنی نقص کا ہونا ہے جو موروثی، بیماری یا حادثہ کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ ایسے افراد جنہیں طویل المیعاد جسمانی، ذہنی یا حسیاتی کمزوری کی وجہ سے معاشرے میں اپنا کردار ادا کرنے میں رکاوٹ پیش آئے انہیں معذور کہا جاتا ہے۔

## سوال 122: معذوری کے اسباب کیا ہیں؟

**جواب:** جسمانی اور ذہنی معذوری کے مختلف اسباب ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ دورانِ زچگی ماں کو کالی کھانسی، چیچک اور گردن توڑ بخار کی وجہ سے بچوں کو ذہنی معذوری لاحق ہوسکتی ہے۔

۲۔ وقت سے پہلے بچے کی پیدائش (premature delivery) بھی معذوری کا سبب بن سکتی ہے۔

۳۔ پیدائش کے وقت بچے میں آکسیجن، آئیوڈین اور خوراک کی کمی بھی معذوری کا سبب بن سکتی ہے۔

۴۔ حفاظتی ٹیکوں کا مکمل کورس نہ کروانے کی وجہ بھی معذوری کا سبب بن سکتی ہے۔

۵۔ بول چال میں ہچکچاہٹ بعض اوقات دماغی چوٹ اور بسا اوقات دانتوں یا تالو کی ساخت میں تبدیلی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ عام طور پر کسی واضح طبیعی تشریح کے بغیر نفسیاتی کیفیت بھی بچے کے توتلے پن یا بول چال میں کسی دوسرے عیب کا سبب بن سکتی ہے۔

۶۔ جسمانی نقص پٹھوں، ہڈیوں اور جوڑوں میں کسی نہ کسی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

## سوال 123: معذوری کے اسباب کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟

**جواب:** معذوری کے اسباب کو درج ذیل تجاویز پر عمل کر کے ختم کیا جاسکتا ہے:

ا۔ ایسے افراد جن کے خاندان میں ذہنی یا جسمانی معذوری پائی جاتی ہے، انہیں فیملی میں شادی کرنے یا نہ کرنے کا مشورہ ڈاکٹروں سے کرنا چاہیے تاکہ آنے والی نسل کو معذوری سے بچایا جا سکے۔

۲۔ بچوں کو پیدائشی نقائص سے بچانے کے لیے cousin marriage سے گریز کریں۔ اگرچہ شرعاً اس کی ممانعت نہیں ہے لیکن بعض صورتوں میں اس کے نتائج اچھے برآمد نہیں ہوئے۔ بایں وجہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

لَا تَنْكِحُوا الْقَرَابَةَ الْقَرِيْبَةَ، فَإِنَّ الْوَلَدَ يُخْلَقُ ضَاوِيًا. [1]

---

(۱) ا۔ ابن الأثیر، النهاية فی غریب الأثر، ۳:۱۰۶

اپنے قریبی رشتہ داروں میں نکاح مت کرو، کیوں کہ اس طرح (بسا اوقات) تمہارے بچے ناقابلِ علاج بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

یہ شرعی ممانعت نہیں ہے بلکہ بعض medical reasons کی بناء پر ایسی شادیوں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب ﷛ نے بنو سائب کے لوگوں سے فرمایا:

قَدْ أَضْوَأْتُمْ فَانْكِحُوْا فِي النَّزَائِعِ.(۱)

تمہارے بچے ناقابلِ علاج بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں، لہٰذا تم (ان اَمراض سے بچنے کے لیے) اپنے خاندان سے باہر کی عورتوں سے شادی کیا کرو۔

۳۔ حمل کے دوران خواتین نشہ آور اشیاء کے استعمال سے پرہیز کریں۔

۴۔ حاملہ خواتین ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر کوئی دوا نہ لیں۔

۵۔ طبی تحقیق کے مطابق عورت چالیس سال کے بعد حاملہ ہونے سے گریز کرے کیوں کہ اس عمر میں پیدا ہونے والے بچوں میں معذوری کی شرح بڑھنے کا

---

......... ۲۔ ابن حجر عسقلانی، تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، ۳:۱۴۶

۳۔ غزالی، إحیاء علوم الدین، ۲:۴۱

۴۔ سبکی، طبقات الشافعیہ الکبری، ۶:۳۱۰

(۱) ۱۔ دینوری، المجالسۃ وجواہر العلم: ۲۴۹، رقم: ۱۴۳۷

۲۔ ابن حجر عسقلانی، تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر، ۳:۱۴۶

۳۔ ہندی، کنز العمال، ۱۶:۲۰۸، رقم: ۴۵۶۲۶

اِحتمال ہوتا ہے۔

۶۔ عورت کے لیے ضروری ہے کہ اگر ایک بچے میں پیدائشی نقص ہے تو دوبارہ حاملہ ہونے سے پہلے نقائص کی تحقیق کے لیے معائنہ کرائے۔

۷۔ حمل کے دوران کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو مستند ہسپتال، کلینک اور قابل ڈاکٹروں سے علاج کروایا جائے۔

۸۔ بچے کو مجوزہ حفاظتی ٹیکے لگوانے چاہییں تاکہ بچوں کو معذوری سے بچایا جا سکے۔

۹۔ زچگی کا عمل سند یافتہ کلینک، ہسپتال اور لیڈی ڈاکٹروں کے زیرِ نگرانی ہونا چاہیے۔

۱۰۔ بچوں کو بخار یا دورے پڑنے کی صورت میں فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

## سوال 124: مادر زاد معذوری کسے کہتے ہیں؟

**جواب:** بچے میں پیدائش سے پہلے کسی قسم کی معذوری کا پایا جانا مادر زاد معذوری کہلاتا ہے۔ بعض اوقات پیدائش سے پہلے ظاہر ہونے والی موروثی علامتیں بھی مادر زاد معذوری میں ہی شمار کی جاتی ہیں۔ تاہم مادر زاد معذوری کی اکثریت موروثی نہیں ہوتی۔

حمل کے ابتدائی مہینوں میں ماں کو لاحق کسی خطرناک بیماری کے اثرات جنین (بچے) کو اس وقت ضرر پہنچا سکتے ہیں جب وہ اپنی نازک حالت کے اعتبار

سے بڑی آسانی کے ساتھ ضرر اور اثر قبول کر سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بچہ مختلف مادر زاد نقائص مثلاً دل کی بیماریاں، آنکھ میں موتیا یا بعض دوسری خلافِ معمول علامات ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔

**سوال 125: پیدائشی معذوری کسے کہتے ہیں؟**

**جواب:** پیدائشی معذوری وہ ہوتی ہے جو پیدائش کے وقت یا پیدائش کے عمل کے دوران رونما ہو۔ عموماً پیدائش کے وقت ڈاکٹر یا لیڈی ڈاکٹر کی بے احتیاطی یا حاملہ کا زیادہ صحت مند بچے کو جنم دینا بچے کو ضرر پہنچا سکتا ہے۔ نومولود کا وقت سے پہلے پیدا ہونا اس کے دماغ سے خون جاری ہو جانے کا سبب بن سکتا ہے کیوں کہ قبل از وقت پیدائش کے باعث بچے میں مطلوبہ قوتِ مدافعت کے فقدان کی وجہ سے خون کی نازک شریانیں بآسانی پھٹ جاتی ہیں۔

**سوال 126: بعد از پیدائش معذوری کیا ہوتی ہے؟**

**جواب:** پیدائش کے بعد معذور کر دینے والی وجوہات بعد از پیدائش معذوری کہلاتی ہیں یہ کسی بھی وقت پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان کے کئی اسباب ہیں جیسے حادثات کا ہونا، آگ میں جھلس جانا یا فالج کا حملہ ہونا۔

**سوال 127: بچوں میں معذوری کتنی اقسام کی ہوتی ہے؟**

**جواب:** بچوں میں معذوری دو اقسام کی ہوتی ہے:

## ۱۔ ذہنی لحاظ سے معذور بچے

ذہنی لحاظ سے کمزور بچے وہ ہوتے ہیں جن کی ذہنی صلاحیت ان کی عمر کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ ایسے بچوں کی ذہنی نشو و نما یا تو رک جاتی ہے یا پھر اس تیزی سے نہیں ہوتی جتنی ان کی عمر کے مطابق ہونی چاہیے۔

ذہنی لحاظ سے معذور بچوں کی خاص علامات یہ ہوتی ہیں کہ ان کی ذہنی صلاحیت اپنے ہم عمر بچوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ وہ نشو و نما کے مدارج کافی دیر میں طے کرتے ہیں مثلاً اٹھنا، بیٹھنا، کھڑا ہونا اور گفتگو کرنا وغیرہ ایک عام بچے کے مقابلے میں دیر سے شروع کرتے ہیں۔

## ۲۔ جسمانی لحاظ سے معذور بچے

غذا کی کمی اور علاج معالجہ کی ناکافی سہولیات بچوں میں جسمانی معذوری کا باعث بنتی ہیں۔ اندھا، گونگا، بہرہ پن وغیرہ جسمانی معذوری کے زمرے میں آتے ہیں علاوہ ازیں بعض بچے جزوی جسمانی معذوری کا شکار ہوتے ہیں مثلاً بچوں کی کسی ایک ٹانگ کا پولیو زدہ یا کمزور ہونا۔ ایسے بچوں کو مصنوعی اعضاء اور مخصوص جوتوں وغیرہ کے استعمال سے کسی حد تک چلنے پھرنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔ جب کہ کچھ بچے مکمل جسمانی معذوری کا شکار ہوتے ہیں جن میں چلنے پھرنے کی سکت بالکل نہیں ہوتی اور وہ بستر پر پڑے رہتے ہیں۔ اس میں دونوں ٹانگوں کے علاوہ بعض اوقات سارے جسم کا مفلوج ہونا بھی شامل ہے۔ جسمانی معذوری کے باعث انہیں نفسیاتی عوارض بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔

## سوال 128: معذور بچوں کے ساتھ والدین کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

**جواب:** بچوں کی پرورش کرنا اور انہیں معاشرے میں بہتر تعلیم و تربیت سے اعلیٰ مقام پر پہنچانا ہر والدین کا دیرینہ خواب ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ خواب اس وقت ٹوٹتا محسوس ہوتا ہے جب والدین کو اپنے بچے کی کسی ذہنی یا جسمانی معذوری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں وہ نہ صرف ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہراتے ہیں بلکہ قدرت سے بھی شاکی رہتے ہیں۔ حالاں کہ ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرانے کی بجائے اپنی موجودگی اور جذباتی وابستگی کا احساس دلائیں تو یہ چیز بچے کی بہتری کی جانب اولین قدم ثابت ہوسکتی ہے۔ زندگی میں میں مشکلات تو پیش آتی ہیں لیکن انہیں حکمت کے ساتھ دور کیا جاسکتا ہے۔

معذور بچوں سے غفلت برتنا سفا کی کی انتہاء ہے۔ ایسے بچے معاشرے کا عضوِ معطل بن کر رہ جاتے ہیں جس سے معاشرہ بے حد مالی اور ذہنی نقصان اٹھاتا ہے۔ مناسب پرورش، تعلیم اور تربیت سے محروم رہ کر معذور بچے یا تو معاشرے پر اِقتصادی بوجھ بن کر پڑے رہتے ہیں یا پھر خلافِ معاشرہ اور مجرمانہ مشاغل کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں معاشرہ ان سے غفلت شعاری کی سزا بھگتتا ہے۔

## سوال 129: معذور بچوں کے حوالے سے خاندان اور معاشرے کی ذمہ داری کیا ہے؟

**جواب:** معذور بچے عام بچوں کی نسبت زیادہ توجہ کے مستحق ہوتے ہیں۔ ان کی

پرورش اور تعلیم و تربیت کے حوالے سے خاندان اور معاشرے کا باہمی تعاون خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔عموماً خاندان اور معاشرے کے دیگر افراد بھی ان بچوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جس کے باعث ایسے بچے بچپن سے ہی احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں جب کہ انہیں جذباتی اور معاشرتی تعاون کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ان بچوں کو نارمل بچوں کے ساتھ بٹھایا جائے اور انہی کی طرح تعلیم دی جائے تاکہ اس سے ان کی احساسِ محرومی دور ہو اور وہ نارمل زندگی گزارنے کی طرف راغب ہوسکیں۔کیوں کہ تھوڑی سے توجہ سے یہ بچے معاشرے کا فعال رکن بن کر کامیاب زندگی گزارنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔

حکومت اور معاشرے کا بھی فرض ہے کہ معذور بچوں کے متعلق رویوں کی بہتری کے لیے شعور اجاگر کیا جائے اور انہیں معاشرتی زندگی گزارنے کے مساوی حقوق دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اس فریضے کی انجام دہی کے لیے حکومت کے ساتھ پرائیویٹ سیکٹر کی مختلف تنظیموں کو بھی معذور بچوں کے لیے خصوصی ادارے کھولنے چاہییں۔ ان کی خصوصی تعلیم و تربیت کے لیے اساتذہ کا معقول اہتمام ہونا چاہیے اور اس تعلیم کے نشیب و فراز پر عبور حاصل کرنے کے لیے نفسیاتی تحقیقات، تجربات اور مشاہدات کے باضابطہ سلسلے شروع ہونے چاہییں۔

# 7

# وِلادت سے ایک سال
# تک کے بچے کا جائزہ

## سوال 130: پیدائش سے دو ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟

**جواب:** پیدائش کے وقت بچہ اگرچہ بے بس اور لاچار ہوتا ہے لیکن دنیا میں پہلا سانس لیتے ہی اس کے چند ایسے جسمانی نظام متحرک ہو جاتے ہیں جو شکمِ مادر میں غیر فعال اور جامد تھے؛ مثلاً عملِ تنفس، عملِ اِنہضام و اِخراج وغیرہ۔ پیدائش سے دو ماہ کے بچے کی عادات درج ذیل ہوتی ہیں:

۱۔ ابتدائی ایام میں بچے کی بیداری کا دورانیہ فی گھنٹہ محض دو تین منٹ پر محیط ہوتا ہے، اس دوران وہ مستعد نظر آتا ہے، بصورت دیگر سویا رہتا ہے۔

۲۔ وہ بے آرام ہونے پر رو کر فوری ردِعمل کا اظہار کرتا ہے۔ اس دورانیے میں وہ بغیر کسی ردعمل کے اَز خود سوتے اور جاگتے میں مسکراتا ہے۔

۳۔ اس عمر میں کوئی ایک کیفیت زیادہ دیر قائم نہیں رہتی۔ عین ممکن ہے کہ سوتے میں وہ اچانک رونا شروع کر دے یا یک دم چپ ہو کر سو جائے۔

۴۔ وہ اکثر اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بند رکھتا ہے۔ ان میں اگر کوئی چیز تھمائی دی جائے تو وہ اسے خاصی مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے لیکن اسے دیکھنے اور اس کا جائزہ لینے کی کوشش نہیں کرتا۔

۵۔ وہ جسم کو حرکت دینے سے قاصر ہوتا ہے لیکن ایک ماہ کی عمر تک پہنچتے پہنچتے اپنے جسم کو حرکت دینے کے ساتھ ساتھ سر کو کسی وقت دائیں بائیں گھمانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

۶۔ اس عمر میں بچے کی گردن سر کا بوجھ نہیں اٹھا پاتی جس کی وجہ سے اس کا سر ڈھلک جاتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اٹھاتے وقت اس کے سر کو سہارا دیا جائے تاکہ گردن کے غیر متوقع جھٹکے سے بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

۷۔ بعض بچے غیر معمولی طور پر حساس طبیعت کے ہوتے ہیں اور ماحول یا جسمانی پوزیشن میں کوئی غیر متوقع تبدیلی (سوتے میں ڈرنا، کسی تیز آواز کو سن کر کانپ جانا وغیرہ) انہیں یک دم چونکا دیتی ہے۔ بچے کی یہ حساسیت اور اس کے زیرِ اثر رونما ہونے والے ردِ عمل قدرتی ہیں؛ لیکن اگر بچہ بار بار بغیر کسی وجہ کے اس کیفیت سے گزرے تو فوری معالج سے رابطہ کرنا چاہیے۔

## سوال 131: دو سے چار ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟

**جواب:** اس عمر کا بچہ گرد و پیش کے ماحول میں خاصی دلچسپی لینا شروع کر دیتا ہے۔ رات بھر سونا اور دن کو جاگنا اس کا معمول بن جاتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں بنیادی اہلیت اور صلاحیتیں پوری طرح بیدار نہ ہونے کی بنا پر اس کے سیکھنے کا عمل محدود رہتا ہے، تاہم اس کی عادات میں رونما ہونے والی تبدیلیاں درج ذیل نوعیت کی حامل ہوتی ہیں:

۱۔ اس دوران وہ اپنے سر کو سنبھالنے اور کھڑا کرنے کے ساتھ ساتھ اسے

دائیں بائیں گھمانے کے قابل ہو جاتا ہے، یہ صلاحیت اسے بتدریج حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بازوؤں اور سر کی پوزیشن کے درمیان پایا جانے والا ربط بہت حد تک اس کے اختیار میں آ جاتا ہے۔ اس دورانیے میں پشت کے بل لیٹے ہوئے اکثر سر اور ٹانگوں کو بیک وقت اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ سیکھنے کا یہ عمل اس کی جسمانی قوت میں نمایاں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

۲۔ اس عمر میں بچہ کافی حد تک انسانی چہروں سے شناسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اکثر و بیشتر وہ اپنے والدین اور گھر میں موجود دیگر افراد کو خوش کن مسکراہٹوں سے نوازتا رہتا ہے۔

۳۔ عمر کے اس دور میں بچہ کوئی کام مشین کی طرح خود کار انداز میں انجام نہیں دیتا بلکہ اس کی حرکات و افعال کے پس پردہ اس کی لاشعوری وابستگی کارفرما ہوتی ہے، مثلاً اپنے چہرے پر کسی چیز کے لمس کے احساس سے وہ تھوڑی دیر کے لئے ساکت ہو جاتا ہے اور پھر فوری چھونے والی چیز کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

۴۔ اس عمر میں بچے کی بصارت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، وہ چھ سے بارہ انچ کے فاصلے تک کسی بھی چیز پر نظر جما کر اس کی ننھی ننھی جزئیات کا اندازہ لگانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ قریب یا دور پڑی چیز کا تعاقب کر کے اس پر نگاہ مرتکز کر سکتا ہے اور ایسی شوخ اور رنگین چیزوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو مناسب فاصلے پر مناسب رفتار سے حرکت کر رہی ہوں۔ وہ مسلسل کئی کئی منٹ اپنے ہاتھوں کو دیکھنے میں مگن رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ہاتھوں کو نزدیک لانا، انہیں ایک دوسرے سے ملانا اور ایک ہاتھ کی مدد سے دوسرے ہاتھ کو محسوس کرنا سیکھ جاتا ہے۔

۵۔ اس کے وزن میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ پہلے سے زیادہ مضبوط دکھائی دیتا ہے۔

## سوال 132: چار سے چھ ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟

**جواب:** عمر کا یہ دور بچے کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس عمر کے بچے میں درج ذیل عادات پائی جاتی ہیں:

ا۔ بچے کی دنیا پہلے سے زیادہ وسیع ہو جاتی ہے۔ عمر کے اس حصے میں اس کے جسمانی تحرک اور جوش و خروش میں متاثر کن حد تک اضافہ ہو جاتا ہے۔ اکثر و بیشتر اس کا وقت ہنستے کھیلتے گزرتا ہے۔

۲۔ اس عمر میں بچے کے عضلات (جسمانی پٹھے) پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دائیں بائیں پہلو بدلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے وہ اپنے سر کو عموداً اٹھائے رکھنے اور آس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا ہے۔

۳۔ اس دور میں ہاتھ اور آنکھ کا باہمی ربط اور سرگرمیاں مکمل استحکام حاصل کر کے بچے کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں۔ وہ چیزوں کی طرف ہاتھ بڑھانے اور انہیں گرفت میں لے کر قریب لانے کا کام بھی بڑی مہارت سے انجام دیتا ہے جب وہ اپنے ہاتھوں کے ذریعے مختلف چیزوں کو چھونے اور محسوس کرنے کے مشغلے میں منہمک ہوتا ہے تو اس وقت اس کا ارتکاز بہت گہرا اور طاقتور ہوتا ہے۔

۴۔ اس عمر میں بچہ لیٹے یا بیٹھے ہوئے سر کو اِدھر اُدھر گھما سکتا ہے۔ اور مختلف

آوازوں میں دلچسپی لیتے ہوئے انھیں غور سے سنتا ہے، مثلاً انسانی، میوزیکل کھلونوں اور جانوروں کی آوازیں وغیرہ۔ اس کا زیادہ تر وقت جسمانی عضلات کی ورزش اور اپنی حسیات کے استعمال کی مشق میں صرف ہوتا ہے۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو کھولنا اور بند کرنا، دیکھنا، سننا اور چھو کر محسوس کرنا اس کے معمولات کا حصہ ہوتے ہیں۔

۵۔ اردگرد کے ماحول میں گہری دلچسپی لے کر ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے۔ جو افراد اس کی دیکھ بھال کرنے اور اس کی ضروریات پوری کرنے کا فریضہ ادا کرتے ہیں ان کے ساتھ وہ مضبوط رشتہ استوار کرتا ہے۔ اس کے علاوہ نئے چہروں کو دیکھ کر مسکرانا اور اپنائیت کا اظہار کرنا بھی اس کے مشاغل میں شامل ہوتا ہے۔

٦۔ اس عمر میں قوتِ سامعہ اور قوتِ باصرہ یعنی سننے اور دیکھنے کی حسیات کے درمیان ہم آہنگی اور ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ آوازوں کو سن کر ان کی سمت دیکھنا اور ان سے کوئی نہ کوئی تصور وابستہ کرنا سیکھ جاتا ہے۔ اس اہلیت میں روز بروز بہتری پیدا ہوتی ہے۔

## سوال 133: چار سے چھ ماہ کے دوران کون سے دو اُمور خصوصی توجہ کے حامل ہوتے ہیں؟

**جواب:** چار سے چھ ماہ کے دوران درج ذیل دو امور خصوصی توجہ کے حامل ہوتے ہیں:

۱۔ قوتِ سامعہ کے ممکنہ مسائل

۲۔ بچے کا دانستہ رونے کا عمل

یہ دونوں امور اپنی جگہ انتہائی اہم اور نازک حیثیت رکھتے ہیں ان میں سے ایک کا تعلق بچے کی جسمانی اور دوسرے کا نفسیاتی پہلو سے ہے۔

## ا۔قوتِ سامعہ کے ممکنہ مسائل

بچے کی سماعت کی نشو ونما پر مسلسل نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ تیسرے مہینے میں بچہ مختلف آوازوں میں دلچسپی کا اظہار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ دلچسپی آگے چل کر اس کی قوتِ گویائی یعنی بولنے کی طاقت کی صحت مندانہ تعمیر کا باعث بنتی ہے۔ سماعت کے ذریعے وہ نہ صرف بولنا سیکھتا ہے بلکہ اس کی ذہانت کی نشو ونما اور سماجی روابط کی استواری بھی اسی وسیلے سے ہوتی ہے۔

سماعت کے مسائل موروثی بیماری، کسی انفیکشن یا والدین کی لاپرواہی کی وجہ سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ عمر کے پہلے دو سالوں کے دوران بیماریوں کے خلاف بچے کی قوت مدافعت کمزور ہوتی ہے۔ اگر فوری اور مناسب توجہ نہ دی جائے تو ایسے مسائل بچے کی سماعت کو نہ صرف متاثر کر سکتے ہیں، بلکہ خدانخواستہ ختم بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل کا ابتداء سے ہی سدباب کیا جائے۔

بچے کی سماعت کو پرکھنے کے لیے جب وہ کسی دیگر مصروفیت میں مگن نہ ہو تو چھ سے دس فٹ کے فاصلے پر اس کی نگاہ کے دائرے سے باہر کھڑے ہو کر اسے نارمل آواز میں پکارا جائے۔ چند سیکنڈ کے اندر بچہ رکے گا اور پھر فوری آواز کی جانب رخ کرے گا۔ عموماً ایسے میں وہ مسکراتا بھی ہے۔ تھوڑی دیر بعد کسی دوسرے زاویے پر کھڑے ہو کر یہی عمل دہرایا جائے اس عمل کو مزید چند دن مختلف اوقات

میں دہرایا جائے لیکن اگر اس دورانیے میں وہ آواز پر مناسب ردِعمل کا اظہار نہیں کرتا تو پھر اسے کان کے اسپیشلسٹ کے پاس لے جایا جائے۔ اس ضمن میں معمولی غفلت کا مظاہرہ بچے کی سماعت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

## ۲۔ بچے کا دانستہ رونے کا عمل

بعض بچوں میں دانستہ رونے کا عمل عموماً ساڑھے تین ماہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر روز بروز اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں والدین کو تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ان کی ذرا سی غفلت بچے کے وقت بے وقت رونے کے عمل کو عادت میں بھی منتقل کر سکتی ہے۔

لہٰذا والدین بچے کے لیے ایسی دلچسپیاں اور سرگرمیاں فراہم کریں جن میں منہمک ہو کر وہ اپنا وقت اچھے طریقے سے گزار سکے۔ اسے چھوٹے چھوٹے کھلونے فراہم کیے جائیں جس سے اسے اپنی جسمانی اہلیت و صلاحیت کی مشق کرنے اور گرد و پیش کے ماحول کو بنظرِ غور دیکھنے میں دلچسپی پیدا ہو اور وقتاً فوقتاً گھر کے باہر کے ماحول سے آشنائی حاصل کرنے کے لیے اسے گھمانے پھرانے بھی لے جایا جائے۔ اس سے بچے کو رونے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی اور وہ بگڑنے سے بھی محفوظ رہے گا۔ لیکن اگر بچے کے رونے کی شدت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو اور وہ کسی طور بہلتا نظر نہ آئے تو اسے کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جایا جائے۔

## سوال 134: چھ سے آٹھ ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟

**جواب:** چھ سے آٹھ ماہ کے بچے کو اپنے جسم پر تقریباً پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اس کی قوتِ سماعت اور بصارت میں غیر معمولی اضافہ ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کا تجسس بھی پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اس عمر کے بچے میں درج ذیل عادات پائی جاتی ہیں:

۱۔ ہاتھوں اور آنکھوں کے افعال اس دور میں بچے کی توجہ کے حامل ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ چلنے کے قابل نہیں ہوا ہوتا تاہم ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلنے یا لڑھکنے کی کوشش کرنا اس کی جسمانی سرگرمیوں کا ایک نمایاں حصہ ہوتا ہے۔ اس طرح اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہم آہنگی اور ربط پیدا ہوتا ہے۔ اس عمر کے بچے کا فطری تجسس اسے ہر چیز کھوجنے پر مجبور کرتا ہے۔ وہ کھلونے پکڑنے اور پھینکنے میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس طرح اس کی جسمانی صلاحیتوں کی مشق ہوتی ہے جو اس کی ذہانت کی نشو ونما میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۲۔ جذباتی حوالے سے اس دور کے پہلے نصف حصے میں بچے کا مزاج عموماً خوش گوار رہتا ہے اور وہ مختلف آوازوں سے اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ آشنا چہروں کے ساتھ بہت اپنائیت کا مظاہرہ کرنے کے ساتھ ساتھ اجنبی چہروں سے بھی خوش مزاجی برتتا ہے۔ البتہ جب اس کے دانت نکلنا شروع ہوں تو خاصا چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ بہرحال جسمانی تکلیف سے قطع نظر اس دور کا بچہ بہت ملنسار اور خوش مزاج ہوتا ہے اور ہر ملنے والے کا دل جیت لیتا ہے۔

۳۔ چھ ماہ کی عمر گزرنے کے بعداس کے سماجی رویوں میں غیر معمولی تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ پہلے وہ ہر چہرے کو- خواہ اپنا ہو یا بیگانہ- دیکھ کر مسکراتا تھا لیکن چھ ماہ کی عمر کے بعد اجنبی چہروں کو دیکھ کر اس کے انداز میں سرد مہری سی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ تبدیلی صرف نئے آنے والوں تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایسے افراد بھی اس کی زد میں آتے ہیں جن سے بچے کا واسطہ کبھی کبھار پڑتا ہے؛ مثلاً چند دنوں کے وقفے سے ملنے کے لیے آنے والے عزیز اور رشتہ دار وغیرہ۔ اگر ایسے افراد غیر متوقع طور پر اسے گود میں لینے یا پکڑنے کی کوشش کریں تو بچہ اچانک خوف زدہ بھی ہوجاتا ہے۔ بچے کی مزاجی کیفیت میں آنے والی یہ تبدیلی عموماً دو ماہ تک برقرار رہتی ہے۔

۴۔ اس دور کی ابتداء میں بچہ آوازوں پر ردِعمل کا اظہار تو کرتا ہے لیکن ان سے کسی طرح کے معانی اخذ کرنے سے قاصر ہوتا ہے تاہم آٹھ ماہ میں وہ چند سادہ الفاظ مثلاً اللہ، ماما، بابا یا امی، ابو وغیرہ کو سمجھنے اور ان کے درست معانی اخذ کرنے کی اہلیت حاصل کرلیتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ اپنے نام کو بھی پہچاننے لگتا ہے۔عموماً اس عمر کے بچے کا ذخیرہ الفاظ بڑا منفرد اور یکتا ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنی محدود اہلیت اور فہم کے مطابق ایک نام دیتا ہے۔

## سوال 135: بچے کی ذہانت کے بنیادی ارتقا کا آغاز کس دور میں ہوتا ہے؟

**جواب:** بچے کی ذہانت کے بنیادی ارتقا کا آغاز ساڑھے پانچ ماہ کی عمر سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس ارتقا کے تین درجے ہوتے ہیں:

**۱۔ پہلا درجہ**

ذہانت کے ارتقا کا پہلا درجہ بچے کا جذبہ تجسس ہے۔ وہ ہر چیز کی بناوٹ، جسامت اور اس کے بارے میں ہر حوالے سے جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس جذبے کی تسکین کی خاطر وہ مختلف حرکات بھی سرانجام دیتا ہے مثلاً کبھی اپنے سامنے پڑی ہوئی کسی شے کو گرانے، اسے منہ میں ڈالنے، اس میں انگلی پھنسانے یا اسے گھسیٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں اپنی جسمانی صلاحیتوں کو وہ مختلف اشیاء پر آزماتا ہے اور یہی اشیاء اس کی توجہ کا خاص مرکز بنی رہتی ہیں اور یہ آزمائش اس کی ذہانت کے ارتقا کی نشاندہی کرتی ہے۔

**۲۔ دوسرا درجہ**

ذہانت کے ارتقا کا دوسرا درجہ بچے کی قوتِ مشاہدہ ہے۔ وہ کسی چیز کو گرانے کے بعد اسے نظرانداز نہیں کرتا بلکہ بغور اس کا جائزہ لیتا ہے اور مختلف عمل کر کے ان کے ردِعمل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ عمر کے اس حصے میں عمل کرنے کے ضمن میں اس کی جسمانی اہلیت محدود ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسے کھلونے جو آواز پیدا کرتے ہوں یا جن کا میکنزم اس قسم کا ہو کہ کسی ایک حصے کو دبانے سے آواز بھی پیدا ہو، بچے کی دلچسپی کا خصوصی مرکز بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ دوسروں کو مار کر یا کاٹ کر ان کے ردِعمل کا مشاہدہ کرنے میں بھی دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ جوں جوں بچے کا مشاہدہ گہرا ہوتا ہے اسی اعتبار سے گرد و پیش کے متعلق اس کی ذہانت بڑھتی جاتی ہے۔

### ۳۔ تیسرا درجہ

ذہانت کے ارتقا کا تیسرا درجہ بچے کی یادداشت ہوتی ہے۔ سات سے آٹھ ماہ کی عمر کے دوران بچے میں قلیل مدتی یادداشت کی تعمیر شروع ہوتی ہے۔ یعنی وہ مختلف یادوں کو ایک مختصر وقفے تک کے لیے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ عمل اور ردِعمل کے مختلف تجربات سے حاصل ہونے والی معلومات کو بچے کا ذہن کم از کم چوبیس گھنٹے تک کے لیے محفوظ رکھتا ہے لیکن ان تجربات کو بار بار دہرانے سے یہ معلومات ہمیشہ کے لیے اس کی شعوری یادداشت کا حصہ بن جاتی ہیں۔

### سوال 136: بچے کی ذہنی صلاحیتوں کی نشو و نما کے لیے کون سے اِقدامات کرنے چاہییں؟

**جواب:** بچے کی ذہنی صلاحیتوں کی مختلف سطحیں ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی نشو و نما کا طریقہ کار علیحدہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ایسی کاوشوں کا فوری ردِعمل ظاہر نہیں ہوتا لیکن کچھ عرصے کی محنت کے بعد ان کے ثمرات سامنے آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ اس ضمن میں چند ضروری اقدامات درج ذیل ہیں:

۱۔ اس عمر کے بچوں کو عمل اور ردِعمل کے سلسلے سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اگر والدین بچے کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا کے اس کے سامنے لائٹ کا سوئچ دو چار مرتبہ آن آف کریں اور چند مرتبہ یہ عمل دہرائیں تو جلد ہی وہ بھی اس سوئچ سے کھیلنے میں دلچسپی لینا شروع کر دے گا۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹی وی کے بٹن دبانے میں بھی اسے خصوصی دلچسپی پیدا ہوجائے گی لیکن چونکہ ایسی چیزوں سے بچوں

کو محفوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، اس لئے بہتر ہوگا کہ اس کے لئے مارکیٹ سے ایسے کھلونے خریدے جائیں جو عمل اور ردِعمل کے اصول پر تیار کیے گئے ہوں مثلاً جو بٹن دبانے سے چلنے یا بولنے لگیں۔

۲۔ بسا اوقات اس عمر کا بچہ کسی قابلِ توجہ چیز کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر کوئی رکاوٹ راستے میں آجائے تو اسے ہٹا کر خوشی محسوس کرتا ہے۔ اگر ایسی رکاوٹیں بار بار اس کی راہ میں آتی رہیں تو وہ جلد ہی انہیں ہٹانے میں ماہر ہوجاتا ہے۔ اس چھوٹے سے کھیل سے بچے کی ذہنی صلاحیتوں کی نشو ونما میں واضح بہتری آتی ہے۔

۳۔ تمام تر حفاظتی تدابیر پر کار بند رہتے ہوئے بچے کو از خود نقل وحرکت کی آزادی فراہم کی جانی چاہیے۔ اس طرح اس کے فطری تجسس کی تسکین کے ساتھ ساتھ اس کی دلچسپی بھی بڑھتی رہے گی۔ بچے کے لئے نقل وحرکت کا بہترین ذریعہ واکر اور crawling ہے جس کے ذریعے نہ صرف بچے کو ٹانگوں کی ورزش کرنے کا موقع ملتا ہے بلکہ اس طرح اس کے کھڑے ہونے اور چلنے میں بھی آسانی پیدا ہوتی ہے۔

## سوال 137: آٹھ ماہ کے بچے کی نگہداشت کے حوالے سے والدین کو کون سی مشکلات پیش آتی ہیں؟

**جواب:** آٹھ ماہ کے بچے کی نگہداشت میں والدین کو مختلف النوع مشکلات پیش آتی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ بعض بچوں کی نیند کا معمول درست نہیں ہوتا جس کی وجہ سے نہ صرف والدین کی نیند بلکہ روزمرہ کے معاملات بھی متاثر ہوتے ہیں۔

۲۔ بعض بچوں کے دانت وقت سے پہلے نکلنا شروع ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی تکلیف سے مجبور ہو کر خاصے چڑچڑے اور بیمار ہو جاتے ہیں جو والدین کے لئے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔

۳۔ اس عمر کے بچے ہاتھوں اور پاؤں کے بل crawling کی اہلیت حاصل کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے بچوں کو سنبھالنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا نسبتاً زیادہ کٹھن ہوتا ہے۔

۴۔ اس عمر کے بچے توجہ حاصل کرنے اور والدین کی گود میں چڑھنے کے لئے رونے کا ہتھیار استعمال کرنا معمول بنا لیتے ہیں اور پھر والدین کو پریشان کرتے ہیں۔

الغرض اس عمر کے بچوں کی نگہداشت کے حوالے سے بہت سی پریشانیوں کا سامنا والدین کو کرنا پڑتا ہے۔ ان کی ذمہ داری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ بچے کی اس عمر میں والدین کے فرائض میں صرف اس کی جسمانی ضروریات کا خیال رکھنا ہی نہیں رہتا بلکہ انہیں بچے کو ان خطرات سے بھی بچانا ہوتا ہے جو وہ لاعلمی اور معصومیت کے عالم میں اپنے لیے پیدا کرتا رہتا ہے۔ بچے کی اہلیت کو نکھارنے کے حوالے سے والدین کی ذرا سی غفلت بچے کی نشو و نما کو متاثر کرنے کا موجب بن جاتی ہے۔

لٰہذا والدین پریشانی کے ظہور کا سبب بننے والے عوامل پر آغاز سے ہی توجہ دے کر ان کے تدارک کے لئے اقدامات کریں۔ والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسے بچے کو چاہے جانے کا احساس دلا کر اسے ضد کرنے کی عادت نہ پڑنے دیں۔ کھیل ہی کھیل میں بچے کی مختلف چیزوں کی طرف دلچسپی بڑھا کر اسے زیادہ سے زیادہ سیکھنے کا موقع دیں۔ بچے کو ایسی متنوع اور رنگا رنگ دلچسپیاں فراہم کریں کہ اس کی توجہ بٹی رہے۔ اس کے لئے والدین کا بچوں کی ذہنی و جسمانی ارتقا کے مراحل سے بخوبی واقف ہونا بھی ضروری ہے تاکہ پیش آمدہ مشکلات پر بروقت قابو پانے کی تدابیر اختیار کی جا سکیں۔ بصورت دیگر نشوونما کی ارتقائی منازل کو حاصل کرنے میں کسی قسم کی کمی بچے کی آئندہ زندگی میں جذباتی عوارض کو جنم دے سکتی ہے۔

## سوال 138: آٹھ سے بارہ ماہ کے بچے کی عادات کیا ہوتی ہیں؟

**جواب:** بچے کی عمر کا یہ دورانیہ نہ صرف اس کی سماجی بلکہ ذہنی بالیدگی کے اعتبار سے بھی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس دوران تجربات سے گزر کر اس کی شخصیت، عادات اور عمومی مزاج تشکیل پاتے ہیں۔ والدین سے ملنے والی موروثی خصوصیات کے علاوہ ان کی براہِ راست صحبت بھی بچوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس عمر کا بچہ درج ذیل عادات کا حامل ہوتا ہے:

ا۔ اگرچہ بچہ عمر کے چھٹے مہینے سے ہی مختلف الفاظ پر ردعمل کا اظہار کرنا شروع کر دیتا ہے تاہم اصلاً الفاظ کے مفہوم سے آشنائی حاصل کرنے کے عمل کا آغاز ساتویں اور آٹھویں مہینے کے دوران ہوتا ہے۔ بارہ ماہ تک کا بچہ عموماً پانچ سے دس

الفاظ کے معانی سمجھنے اور چند سادہ ہدایات مثلاً 'بیٹھ جاؤ'، 'نہیں کرو' اور 'کھڑے ہو جاؤ' وغیرہ پر عمل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

بچے کی قوتِ گویائی اس کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں کی نشان دہی کرتی ہے۔ اگر وہ اپنی پہلی سالگرہ تک دو دو الفاظ کے جملے بنانے لگے اور پچاس کے لگ بھگ الفاظ اس کے ذخیرہ الفاظ میں شامل ہو جائیں تو یہ غیر معمولی ذہانت کی نشانی ہے۔

۲۔ اس عمر کے بچے کا گرد و پیش اور اپنی جسمانی قابلیتوں سے ایک ابتدائی تعارف ہوتا ہے اور وہ مختلف افعال و حرکات کا تجزیہ کر کے ان سے آشنائی حاصل کرتا ہے۔ اسی دور میں بچے کی ذہانت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

۳۔ اس عمر کا بچہ ناقابل یقین حد تک متجسس ہوتا ہے۔ جب وہ خود چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اردگرد کی ہر شے کا مشاہدہ کرتا اور اپنے تجسس کی درست خطوط پر حوصلہ افزائی کا متمنی ہوتا ہے۔

۴۔ اس دوران بچہ سماجی تعلقات کے حوالے سے ارتقاکے مراحل میں ہوتا ہے اس کی سماجی زندگی کا دار و مدار دیکھ بھال کرنے والے کئی افراد مثلاً ماں باپ، بہن بھائی پر ہوتا ہے۔ ان میں سے ماں وہ واحد ہستی ہوتی ہے جو اس کا مرکز ومحور قرار پاتی ہے کیونکہ اس عمر میں وہ اپنی ماں کے ساتھ مضبوط تعلق استوار کرتا اور اس کے مزاج سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اس کے موڈ کو پہچاننا سیکھ جاتا ہے۔

۵۔ اس عمر کا بچہ گھٹنوں کے بل چلنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ قدم اٹھانے کا بھی آغاز کر دیتا ہے۔ کھیل یعنی گیند کو پکڑنا اور پھینکنا، کھلونوں کو توڑنا، پھر ان کو

جوڑنے کی کوشش کرنا؛ اس عمل سے وہ لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اسے دف کے ساتھ نعت یا ردھم اور ترنم کی صورت میں نظم سنائی جائے تو وہ اس سے محظوظ ہوتا ہے۔

## سوال 139: بچوں میں موٹاپا کیسے رونما ہوتا ہے؟

جواب: بچوں کو جسمانی نشو ونما میں بہت سے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے بعض بچوں میں عمر کے اوسط وزن کی نسبت چربی کی بڑی مقدار ذخیرہ ہوجاتی ہے جسے طبی نقطہ نظر میں موٹاپا کہا جاتا ہے۔ درج ذیل چند عوامل ایسے ہیں جنہیں بچپن میں موٹاپے کا سبب قرار دیا جاسکتا ہے:

۱۔ دوران حمل ماں کا مختلف بیماریوں کی صورت میں ادویات کا استعمال مثلاً: شوگر کی وجہ سے انسولین اور جسمانی کمزوری کے باعث ڈرپ اور ملٹی وٹامنز کا استعمال بچوں کے موٹاپے کا باعث بنتا ہے۔

۲۔ بعض بچے اپنے جینیاتی عوامل کی وجہ سے بھی موٹاپے کا شکار ہوجاتے ہیں۔

۳۔ غذا موٹاپے کے اہم ترین عوامل میں سے ایک ہے۔ حراروں کی مقدار بڑھانے میں وقت بے وقت کھانا کھلانا یا چپس کا ضرورت سے زیادہ استعمال شامل ہے جو موٹاپے کا باعث بنتے ہیں۔

۴۔ زیادہ تر میٹھی غذائیں اور مشروبات دینے سے بھی بچے موٹاپے کا شکار ہوجاتے ہیں۔

۵۔ بچوں کو صحت مند بنانے کی فکر میں لاحق والدین انہیں ضرورت سے زیادہ ملٹی وٹامنز اور ڈبے کا دودھ دیتے ہیں جو صحت مند بنانے کی بجائے ان کے لیے موٹاپے کا باعث بنتے ہیں۔

## سوال 140: ایک سال تک کے بچوں کو موٹاپے سے کیسے روکا جائے؟

**جواب:** بچوں میں موٹاپا ایک طبی اصطلاح ہے۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچے صحت مند ہو رہے ہیں لیکن وہ تیزی سے فربہی کی جانب مائل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بعد میں آنے والی زندگی میں بچے صحت کے مسائل سے دوچار ہوتے ہیں بچوں کو موٹاپے سے روکنے کے لیے والدین کو ان کے diet plan میں بھرپور عملی کردار ادا کرنا چاہیے۔ درج ذیل اقدامات پر عمل کر کے بچوں کو موٹاپے سے روکا جائے:

ا۔ بچے کی صحت اور وزن کو برقرار رکھنے کے لیے اسے دودھ اور ٹھوس غذا کی مقدار ضرورت سے زیادہ دینے سے پرہیز کیا جائے۔ فارمولا دودھ کی بجائے مدر فیڈنگ موٹاپے کو روکنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ اسے شیڈول کے مطابق بر وقت غذا فراہم کی جائے کیونکہ بھوک لگنے کی صورت میں اس کا زیادہ کھانا بھی موٹاپے کا باعث بن سکتا ہے۔

۳۔ کوشش کی جائے کہ بچے کی غذا میں زیادہ تر پھل اور سبزیاں شامل ہوں اور بچے کو گھر میں کھلائی جانے والی ٹھوس غذا تلنے کی بجائے بھاپ میں تیار کی جائے۔

۴۔ میٹھے مشروبات اور زیادہ تلی ہوئی اشیاء بچے کو دینے سے پرہیز کیا جائے۔

۵۔ بچے کو ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق ہلکی پھلکی ورزش کروائی جائے اور زیادہ وقت گود میں اٹھانے کی بجائے اپنی نگرانی میں کھیلنے کا موقع فراہم کیا جائے تاکہ وہ موٹاپے کا شکار نہ ہو سکے۔

## سوال 141: بچہ کس عمر میں چلنا سیکھتا ہے؟

**جواب:** بچوں کے چلنے پھرنے کی اوسط عمر تقریباً تیرہ ماہ ہوتی ہے لیکن عموماً بچے بارہ سے اٹھارہ ماہ کے درمیان چلنا شروع کر دیتے ہیں جب کہ کچھ بچے وقت سے پہلے اور کچھ تاخیر سے چلتے ہیں۔

عموماً آٹھ ماہ تک زیادہ تر بچے سہارا لے کر اپنا بوجھ اپنے پاؤں پہ اٹھا لیتے ہیں۔ اگر بچہ ذرا مشکل محسوس کرے تو اسے 'بے بی واکر' میں بٹھا کر اپنا بوجھ اٹھانے کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ اکثر بچے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر کسی کے سہارے سے آگے بڑھنا پسند کرتے ہیں انہیں سہارا دے کر اور پکڑ کر آگے بڑھنے اور اپنے پاؤں پر وزن ڈالنے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

ابتدائی عمر میں بچوں کو ہلکی پھلکی ورزش کروانے سے یا واکر میں بٹھا کر چلانے سے جسمانی پٹھوں کی مضبوطی کے ساتھ ساتھ وہ جلدی چلنا بھی شروع کر دیتے ہیں جبکہ اس کے برعکس موٹے، کمزور یا زیادہ گود میں اٹھانے کی وجہ سے بچے اکثر تاخیر سے چلنا شروع کرتے ہیں۔

## سوال 142: پیدائش سے ایک سال کے بچے کے حفاظتی ٹیکوں کا شیڈول کیا ہوتا ہے؟

**جواب:** **حفاظتی ٹیکوں کا مکمل جدول**

| ٹیکہ | پیدائشی خوارک | پہلی خوراک | دوسری خوراک | تیسری خوراک | پہلا بوسٹر | دوسرا بوسٹر |
|---|---|---|---|---|---|---|
| بی سی جی | وقتِ پیدائش | / | / | / | / | / |
| پولیو کے قطرے | وقتِ پیدائش | ڈیڑھ ماہ | اڑھائی ماہ | ساڑھے تین ماہ | ڈیڑھ سال سے دو سال | پانچ سال |
| ڈی پی ٹی کا ٹیکہ | / | ڈیڑھ ماہ | اڑھائی ماہ | ساڑھے تین ماہ | ڈیڑھ سال سے دو سال | پانچ سال (صرف DT کا ٹیکہ) |
| ہیپاٹائٹس بی کا ٹیکہ | وقتِ پیدائش | ڈیڑھ ماہ | چھ ماہ | / | پانچ سال | |

| ٹیکہ | پیدائشی خوارک | پہلی خوراک | دوسری خوراک | تیسری خوراک | پہلا بوسٹر | دوسرا بوسٹر |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ڈی پی ٹی + ہیپاٹائٹس بی (مشترک) | / | ڈیڑھ ماہ | اڑھائی ماہ | ساڑھے تین ماہ | ڈیڑھ سال | 5 سال (صرف ڈی ٹی) |
| ہیب کی بیماریاں | / | ڈیڑھ ماہ | اڑھائی ماہ | ساڑھے تین ماہ | / | / |
| خسرہ | / | 9 ماہ سے ایک سال کی عمر | / | / | / | / |
| ہیپاٹائٹس اے | / | ایک سال | ڈیڑھ سال | دو سال | / | / |

## سوال 143: ایک سال تک کے بچوں کی نفسیات کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟

**جواب:** بچے مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں ان کی بہترین پرورش کے لیے ان کی نفسیات کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اگرچہ پیدائش سے لے کر بلوغت کے مسائل تک بچوں کو سمجھنا ایک صبر آزما کام ہے، تاہم والدین بالخصوص ماں ان کی ذہنی کیفیات، حرکات وسکنات اور ان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بغور جائزہ لے کر درج ذیل طریقوں سے ان کی نفسیات کو سمجھ سکتی ہے:

## ا۔ مشاہدہ کرنا

بچوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے ہوئے ان کا اچھی طرح مشاہدہ کرنے سے ان کی پسند ناپسند کو جاننے میں مدد ملتی ہے کہ کن افراد کے ساتھ وہ اپنائیت کا اظہار کرتے ہیں اور کن افراد کے ساتھ گھلنے ملنے میں وقت لیتے ہیں۔ اس طرح ماں بچوں کے مزاج، طبیعت اور ان کے رجحانات کا اندازہ لگا کر ان کی شخصیت کی کردار سازی کرسکتی ہے۔

## ۲۔ دوستانہ رویہ

بچوں کے ساتھ دوستانہ اور خوش گوار رویہ ان کی نفسیات کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ بعض والدین ملازمت کرنے کی وجہ سے اپنے بچوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار پاتے اور انہیں میڈ (maid) کے سپرد کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ والدین کو بچوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا چاہیے تاکہ ان کی نفسیات کو سمجھ کر ان کی نشو ونما کا جامع لائحہ عمل تیار کرسکیں۔

## ۳۔ بچوں کو ان کی دلچسپی کی چیزیں فراہم کرنا

بچے کی پرورش کے ساتھ ساتھ اسے اس کی دلچسپی کی چیزیں بھی فراہم کی جائیں اور اس کے ساتھ کھیلا جائے۔ اسے گھمانے کے لیے باہر لے جایا جائے۔ اس طرح بھی بچے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

## سوال 144: ایک سال تک کے بچے دیر سے کیوں بولتے ہیں؟

**جواب:** بولنے کا عمل ہر بچے میں مختلف ہوتا ہے۔ عموماً بچے پیدائش سے ایک سال کے دوران چھوٹے چھوٹے الفاظ بولنا شروع کردیتے ہیں اور جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے ان کی قوت گویائی کی صلاحیت میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ لیکن بعض اوقات صحت مند اور چاق و چوبند ہونے کے باوجود کچھ بچے دیر سے بولنا شروع کرتے ہیں۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہوسکتی ہیں:

۱۔ اگر ماں اور باپ دونوں ہی ملازمت کرتے ہوں، بچوں کی مکمل دیکھ بھال میڈ (maid) کے سپرد ہو یا ان کی پرورش ڈے کیئر سنٹر (day care centre) میں ہو تو ایسے بچے تاخیر سے بولتے ہیں اور الفاظ کی ادائیگی میں انہیں مشکل پیش آتی ہے

۲۔ بچوں کی جسمانی اور دماغی کمزوری بھی تاخیر سے بولنے کا سبب ہے۔

۳۔ بسا اوقات والدین بچوں کے بولنے پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کرتے اور اپنی مصروفیت میں انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے بولنے اور سیکھنے کی صلاحیت میں کمی رہ جاتی ہے۔

۴۔ اس عمر میں کسی گہری چوٹ کی وجہ سے بھی بچوں کو بولنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

۵۔ بعض اوقات پیدائشی نقص جیسے لکنت یا ہکلاہٹ کی وجہ سے بھی بچے تاخیر سے بولتے ہیں۔

## سوال 145: چار ماہ سے ایک سال کے بچوں کو کھانے کی طرف کیسے راغب کیا جائے؟

**جواب:** بچوں کو متوازن اور ٹھوس غذا کھانے کی طرف راغب کرنا اور اس کا عادی بنانا ایک تدریجی عمل ہے۔ ایسے بچوں کو کھانے کی طرف درج ذیل طریقوں سے مائل کیا جاسکتا ہے:

۱۔ بچوں کو کھانے کی رغبت دلانے میں خصوصاً ماں کی مکمل توجہ اور رویہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اسے پیار سے بہلا کر کھانے کا عادی بنائے۔

۲۔ مخصوص غذاؤں کا کثرت سے استعمال انہیں کھانے سے متنفر کرنے کا باعث بھی بن سکتا ہے مثلاً دن بھر ٹھوس غذا دینے سے لاپرواہی برتتے ہوئے صرف دودھ پر انحصار کرنا۔

۳۔ بچوں کی پسند و ناپسند کو جانچنے کے لیے انھیں مختلف اوقات میں مختلف النوع غذائیں دی جائیں مثلاً کھچڑی، دلیہ، کسٹرڈ، دہی، فرنی، سوجی کا حلوہ، آلو کی چپس وغیرہ تاکہ بعدازاں مرغوب غذاؤں کو ان کے مینیو میں شامل کیا جا سکے۔

۴۔ تازہ جوس، ملک شیک اور پھلوں اور سبزیوں کا استعمال مثلاً کیلا، سیب، آم، امرود، گاجر وغیرہ بچوں کو کھانے کی طرف راغب کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

## سوال 146: ایک سال کے بچوں کا لباس کیسا ہونا چاہیے؟

**جواب:** والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ بچوں کو ایسا لباس پہنائیں جس میں وہ زیادہ خوبصورت اور پرکشش نظر آئیں۔ اس کے علاوہ لباس ایسا ہو جسے دیکھ کر دوسرے اچھے تبصرے کریں۔ جب کہ ایک سال کے بچوں کا لباس ایسا ہونا چاہیے جو بچوں کے لیے آرام دہ اور موسم کے حوالے سے اس کی جسمانی ضروریات کے مطابق ہو، کیوں کہ لباس کی خوبصورتی کی حیثیت ثانوی ہے۔ لباس کے حوالے سے اس کی ضروریات درج ذیل ہیں:

۱۔ لباس ڈھیلا ڈھالا اور آرام دہ ہو۔

۲۔ اسے پہنانا اور اتارنا آسان ہو۔

۳۔ اسے دھونا اور خشک کرنا آسان ہو۔

۴۔ لباس بہت زیادہ بھاری نہ ہو اور موسم کی مناسبت سے ہو۔

۵۔ بچوں کو بہت زیادہ چست کپڑے نہیں پہنائے جانے چاہییں۔

۶۔ ایسے لباس سے خصوصی طور پر احتراز برتنا چاہیے جو گردن پر تنگ ہو۔

۷۔ بچوں کو ایسے کپڑے نہیں پہنانے چاہییں جو آسانی سے آگ پکڑ لیتے ہوں۔

۸۔ بچے کے لباس کا بہت حد تک انحصار درجہ حرات پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں ہلکے پھلکے کپڑے پہنانے کی ضرورت

پیش آ سکتی ہے کیونکہ گھر کا درجہ حرات مخصوص سطح پر رکھنا والدین کے اختیار میں ہوتا ہے۔

## سوال 147: پیدائش سے ایک سال کے بچے کی نشو ونما کے تناسب کا سرسری جائزہ کیا ہے؟

**جواب:** پیدائش سے ایک سال کے بچے کی نشو ونما کے تناسب کا سرسری جائزہ درج ذیل ہے:

ا۔ پیدائش سے کچھ ہفتوں کے بچے کو الٹا لٹانے سے وہ اپنا چہرہ دائیں بائیں گھمانے، نرمی سے گرفت کرنے اور روشنی پہ آنکھیں جمانے کا اہل ہو جاتا ہے۔ اس عمر کے بچے کو ہر ایک سے دو گھنٹہ میں مدر فیڈ نگ کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ ایک سے دو ماہ کا بچہ چیزوں کو بغور دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ افرادِ خانہ کی آوازوں پر متوجہ ہوکر مسکراتا اور سر اوپر اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ روشن چیز کی حرکت کا پیچھا کر سکتا ہے۔

۳۔ دو سے تین ماہ کا بچہ ماں کی آغوش میں سکون محسوس کرتا ہے، از خود اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو حرکت دینے کے قابل ہو جاتا ہے اس عمر میں مدر فیڈ نگ کے ساتھ ساتھ گرائپ واٹر چمچ کے ساتھ پی سکتا ہے۔

۴۔ تین سے پانچ ماہ کا بچہ اونچی آواز سے ہنستا اور مانوس چہروں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ ماں اور دوسرے افراد میں تمیز کر سکتا ہے۔ اٹھنے اور بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ سر اور کمر بستر سے اٹھا سکتا ہے۔ ہاتھ کے انگوٹھے یا انگلی کو چوستا اور چیزوں کو

مضبوط گرفت سے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور آواز دینے والے کھلونوں سے کھیلتا ہے۔ اس عمر میں بچہ ماں کے دودھ کے ساتھ ٹھوس غذائیں مثلاً کیلے کا ملک شیک، ابلا ہوآلو، cerelac وغیرہ لینے کے قابل ہو جاتا ہے۔

۵۔ چھ سے سات ماہ کی عمر سے دانت نکلنے کا آغاز ہو جاتا ہے اس لیے بچہ چیزوں کو پکڑتا اور منہ میں ڈالتا ہے۔ ماں کی آواز پر متوجہ ہوتا اور قریبی افراد سے اپنائیت کا مظاہرہ کرتا ہے جبکہ اجنبیوں کے پاس جانے سے کتراتا ہے۔ چند الفاظ مثلا اللہ، بابا اور اماں بول سکتا ہے۔

۶۔ آٹھ سے نو ماہ کا بچہ اپنا نام سن کر متوجہ ہوتا ہے۔ماں کے نظر انداز کرنے یا منظرِ عام سے غائب ہونے پر روتا ہے۔ گھٹنوں کے بل آگے بڑھنے کی کوشش کرتا اور کسی کا سہارا لے کر کھڑا ہوسکتا ہے۔ اس عمر کا بچہ پھل، روٹی، چاول وغیرہ کھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

۷۔ دس سے بارہ ماہ کا بچہ سادہ کھلونوں سے کھیلتا ہے،ہاتھ پکڑ کر چل سکتا ہے اور کھڑا ہوکر قدم بڑھانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے الفاظ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ باتوں کو سمجھنے بھی لگتا ہے۔ اس عمر میں بچے کے کئی دانت بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس عمر کے بچے کے غذائی شیڈول میں چاول، روٹی، گوشت کے باریک ریشے اور مچھلی وغیرہ شامل ہیں۔

## سوال 148: پیدائش سے ایک سال کے بچے عموماً کن بیماریوں سے دوچار ہوتے ہیں اور ان کا علاج کیسے ممکن ہے؟

**جواب:** بچوں کی نشو و نما متاثر کرنے والے عوامل میں بیماریاں اہم ترین ہیں۔ ان کی صحت مند پرورش کے لیے والدین کو بنیادی حقائق کا علم ہونا ضروری ہے۔ ذیل میں بچوں کو لاحق ہونے والی چند بیماریوں کا تذکرہ اور ان کا علاج تجویز کیا جا رہا ہے:

### ا۔ بخار

نارمل صحت مند بچے کے جسم کا درجہ حرارت $98.6F^o$ یا $37C^o$ ہوتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے درجہ حرارت بڑھ جائے تو اسے بخار کہا جاتا ہے۔ اس حالت میں بچے کا جسم گرم اور نبض کی رفتار تیز ہوجاتی ہے۔ اگر خدانخواستہ بچے کا درجہ حرارت $101F^o$ یا اس سے بڑھ جائے تو درجہ حرارت کم کرنے کے لیے فوری طور پر اس کو نارمل پانی سے نہلایا جائے یا اس کے ماتھے، چہرے، پاؤں اور ہاتھوں پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کی جائیں اور پانی یا لیکوڈ اشیاء پینے کو دی جائیں تاکہ جسم میں پانی کا تناسب ضروری سطح پر برقرار رہے اور ایمرجنسی کی صورت میں ہسپتال یا ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔

### ۲۔ نزلہ اور زکام

بچوں میں قوت مدافعت کی کمی، موسم کی تبدیلی اور بے احتیاطی کی وجہ سے مختلف وائرس اور جراثیم ان پر جلد حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس سے وہ نزلہ اور زکام کا شکار ہو جاتے ہیں اور والدین کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ ایسی صورت

حال میں بچوں کو چکن سوپ اور نیم گرم پانی میں تھوڑا سا شہد ملا کر دن میں دو سے تین بار پلایا جائے۔ کھٹی اور ٹھنڈی چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔ اس کے علاوہ بچے کو بھاپ بھی دی جائے۔ نزلہ و زکام کی زیادتی سے ناک سرخ ہو جاتا ہے جو بچے کے لیے بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، اس حالت میں ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کے ناک پر کولڈ کریم یا سرسوں کا تیل لگائے۔ اس سے نہ صرف نتھنے نرم رہیں گے بلکہ بچہ سوزش اور جلن سے بھی محفوظ رہے گا۔ علاوہ ازیں بچے کے زیرِ استعمال رومال اور تولیہ وغیرہ کو بھی الگ رکھا جائے۔

## ۴۔ گلے کی خرابی اور کھانسی

بچوں میں کھانسی عام طور پر بیکٹر یا یا وائرس کی انفیکشن، موسم کی تبدیلی یا کھٹی اور ٹھنڈی اشیاء دینے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تاہم اس عمر کے بچوں کو گلے کی خرابی کی شکایت بہت کم لاحق ہوتی ہے۔ سونے سے قبل نیم گرم زیتون یا سرسوں کے تیل سے بچے کے گلے کا نرمی سے مساج کرنے سے تکلیف کی شدت کو کم کیا جا سکتا ہے اور کھانسی کی صورت میں شہد کے چند قطرے بطور علاج چٹائے جا سکتے ہیں اگر زیادہ پیچیدگی محسوس ہو تو ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔

## ۵۔ قبض

چھوٹی عمر میں عموماً بچوں میں قبض کی شکایت عام ہوتی ہے۔ قبض کا اندازہ بچے کی رفع حاجت کی روٹین کی تاخیر سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس حالت میں بھوک میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ پیٹ کے درد سے بچہ بے چین رہتا ہے اور رفع حاجت

میں دشواری محسوس کرتا ہے۔ ان علامات کے پیشِ نظر ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کے پیٹ کے دائیں بائیں تیل کی مالش کرے۔ کھانا بروقت کھلانے کے ساتھ پانی اور تازہ جوس کا استعمال کروائے اور ڈبے کے دودھ کی بجائے مدر فیڈ کو ترجیح دے۔ اور افاقہ نہ ہونے کی صورت میں قریبی ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔

۶۔ ڈائریا

بچوں میں ڈائریا بیکٹریا ئی انفیکشن، پیٹ کے کیڑے، بچے کو ضرورت سے زائد کھلانے اور زہر خورانی (food poisoning) سے ہوجاتا ہے۔ اس کی علامات میں بچے کا روٹین سے زیادہ موشن کرنا، قے کرنا، نبض کی رفتار میں کمی، حلق کا خشک ہونا اور کمزوری کے باعث جسم کا ٹھنڈا ہونا شامل ہیں۔ اس حالت میں بچے کے جسم میں بڑی تیزی سے پانی اور دوسرے اجزاء کی کمی ہوجاتی ہے۔

اس بیماری میں بچہ چڑچڑا اور بے سکون رہتا ہے۔ اس صورت حال میں بچے کو زود ہضم غذا مثلاً کھچڑی، دہی، دلیہ، کیلا، ORS اور اسی طرز کا پیڈیٹرال وقفے وقفے سے دیا جائے اور صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ اگر صورت حال قابو میں نہ آئے تو بچے کو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جایا جائے۔

## سوال 149: ایک سال کے بچے کی نگہداشت کے لیے والدین کو کون سی احتیاطی تدابیر کرنی چاہییں؟

**جواب:** بچوں کی بہترین نگہداشت والدین کا سب سے اہم فریضہ ہے۔ اس میں بچوں کی خوراک کا خیال رکھنا، ان کی جسمانی ضرورتوں کے مطابق متوازن غذائی

پروگرام ترتیب دینا، سردی اور گرمی کے موسم کی مناسبت سے حفاظتی اقدامات کرنا، انھیں لاحق ہونے والے مختلف عوارض کا مکمل علاج کروانا اوران کی دیکھ بھال کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ایک سال کے بچوں کی نگہداشت کے لیے ذیل میں دی گئی چند احتیاطی تدابیر کے ذریعے والدین اپنے فریضے کو احسن انداز میں سرانجام دے سکتے ہیں:

۱۔ بچے کے سر کے نیچے نرم اور ہموار تکیہ رکھا جائے اور ایسا تکیہ استعمال کرنے سے پرہیز کیا جائے جس سے بچے کی گردن میں بل آنے کا خطرہ ہو۔

۲۔ نہلانے سے قبل بچوں کے جسم پر زیتون یا خالص سرسوں کے تیل کی نرم ہاتھوں سے مالش کی جائے۔ نہلاتے وقت موسم کی مناسبت سے ضرورت سے زیادہ ٹھنڈے اورگرم پانی کے استعمال میں احتیاط برتی جائے اوراس دوران ماں اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط رکھے۔

۳۔ شیر خوار بچوں کی جلد بہت نازک اور حساس ہوتی ہے۔ زیادہ دیر ڈائپر پہنائے رکھنے اور کئی کئی گھنٹوں تبدیل نہ کرنے کی وجہ سے بچے کی جلد پر ریش اور سرخ دانے بن جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں بچے کی پیٹھ کو اچھی طرح پانی سے دھو کر خشک کرلیں اور متاثرہ حصے پر ریشنل کریم اور سرسوں کے تیل کا استعمال کیا جائے۔ نیز زیادہ دیر ڈائپر پہنائے رکھنے سے گریز کیا جائے۔

۴۔ بچوں کو ٹھوس غذا نرم اور چھوٹے چھوٹے لقموں کی صورت میں دی جائے تاکہ سخت اجزاء بچے کے گلے میں نہ پھنس سکیں۔ اگر خدانخواستہ ایسی کوئی شے پھنس

جائے تو بچے کو الٹا کر اس کی پشت اور کمر کو آہستہ آہستہ سہلایا جائے تا کہ اٹکی ہوئی چیز نکل آئے۔ بصورت دیگر ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔

۵۔ اس عمر میں بچہ مکمل کرالنگ (crawling) اور کسی حد تک چلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا بچوں کو نقصان پہنچانے والی اشیاء مثلاً جلتا ہوا لیمپ، گرم پانی کی بوتل، قینچی، چھری، چاقو، اینٹ کے ٹکڑے یا ایسی تمام چیزیں جنہیں وہ پکڑ کر منہ میں ڈال سکتا ہے، اس کی پہنچ سے دور رکھی جائیں۔ اس کے علاوہ اسے باتھنگ ٹب اور کچن یا چولہے کے پاس بھی اکیلا نہ چھوڑا جائے۔

٦۔ اگر بچے کو پرام میں باہر لے جانا ہو تو بیلٹ ضرور باندھیں تا کہ ناہموار جگہ پر چلنے سے گرنے کا احتمال نہ رہے۔ علاوہ ازیں بچے کو کسی صورت بھی تنہا نہ چھوڑا جائے۔

## سوال 150: ایک سال تک کے بچے ضدی کیوں ہوتے ہیں؟

**جواب:** بچے اپنی اہمیت چاہتے ہیں اور اگر گھر کے افراد ان سے غافل ہوجائیں تو ان کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ضد کرنے لگتے ہیں۔ ایسے بچوں کو سنبھالنا ماں کے لیے بھی بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ درج ذیل صورتیں بچوں کو ضدی بناتی ہیں:

۱۔ ان کی دلچسپی کے کام میں رکاوٹ کا پیدا ہونا یا انہیں نظر انداز کیا جانا۔

۲۔ انہیں بروقت دودھ اور غذا کا نہ ملنا۔

۳۔ والدین کا بے جا لاڈ پیار۔

۴۔ بعض اوقات بیماری اور کمزوری بھی بچوں میں چڑچڑا پن کا باعث بنتی

ہے۔

۵۔ بچہ پیار اور محبت کا طلب گار ہوتا ہے۔ اگر اسے پیار نہ ملے تو بھی وہ ضدی ہو جاتا ہے۔

٦۔ بعض بچے ضدی اور ہٹ دھرم ہوتے ہیں۔ والدین کو چاہیے کہ ان کی اس خصلت پر نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنے کی بجائے اسے حکمت کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کریں۔

# مصادِر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ **ابن اثیر**، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (۵۴۴۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **النهایه فی غریب الحدیث والأثر**۔ قم، ایران: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۶۴ھ۔

۳۔ **احمد بن حنبل**، ابوعبد اللہ ابن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۷۸۰-۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ مصر: مؤسسۃ قرطبہ

۴۔ **اسحاق بن راہویہ**، اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ الحنظلی (۱۶۱-۲۳۸ھ)۔ **المسند**۔ المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۵۔ **اسماعیلی**، ابوبکر احمد بن ابراھیم بن اسماعیل (۲۷۷۔۳۷۱ھ)۔ **معجم الشیوخ/المعجم فی أسامی شیوخ ابی بکر الاسماعیلی**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔

۶۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۷۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ دمشق، بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۸۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰-۲۹۲ھ/ ۸۲۵-۹۰۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۹۔ **ابن بکیر**، ابو عبداللہ الحسین بن احمد بن عبد اللہ بن بکیر البغدادی الصیرفی (م ۳۳۸ھ)۔ **فضائل التسمية بأحمد و محمد**۔ طنطا: الصحابۃ للتراث، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۰۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **السنن الصغرى**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۱۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **السنن الكبرى**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۲۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/ ۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإيمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۳۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک (۲۰۹-۲۷۹ھ/ ۸۲۵-۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی۔

۱۴۔ **تمام رازی**، أبو القاسم تمام بن محمد الرازی (۳۳۰-۴۱۴ھ)۔ **کتاب الفوائد**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۱۲ھ۔

۱۵۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/ ۹۳۳-۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۶۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/ ۸۸۴-۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۱۷۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ **تلخيص الحبير فى أحاديث الرافعى الكبير**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب، ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء۔

۱۸۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباري شرح صحيح البخاري**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۹۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **المطالب العالية**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۲۰۔ **حلبی**، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ **السيرة الحلبية**۔ بیروت، لبنان، دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۲۱۔ **حمیدی**، ابو بکر عبداللہ بن زبیر (۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۲۲۔ **ابن حیان**، ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الأنصاری (۲۷۴۔ ۳۶۹ھ)۔ **طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۲ھ۔

۲۳۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳-۳۱۱ھ/ ۸۳۸-۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۲۴۔ **خطیب تبریزی**، ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (۷۴۱ھ)۔ **مشکوٰۃ المصابیح**۔ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۲۵۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱-۲۵۵ھ/۷۹۷-۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۶۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ/۸۱۷-۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۷۔ **دمیاطی**، ابی بکر السید محمد شطا الدمیاطی۔ **إعانۃ الطالبین**۔ بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔

۲۸۔ **ابن ابی دنیا**، ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید قرشی بغدادی (م ۲۸۱ھ)۔ **العیال**۔ سعودیہ: دار ابن قیم، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۹۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمذانی (۴۴۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۰۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ **مسند الفردوس**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۱۔ **دینوری**، ابو بکر احمد بن مروان بن محمد القاضی المالکی (م ۳۳۳ھ)۔ **المجالسۃ وجواھر العلم**۔ لبنان، بیروت، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۳۲۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان (۶۷۳۔۷۴۸ھ/ ۱۲۷۴۔۱۳۴۸ء)۔ **الکبائر**۔ بیروت، لبنان: دار الندوۃ الجدیدۃ۔

۳۳۔ **سبکی**، تاج الدین بن علی بن عبد الکافی (۷۲۷-۷۷۱ھ)۔ طبقات الشافعیۃ

الکبری۔ ہجر للطباعۃ والنشر، ۱۴۱۳ھ۔

۳۴۔ **سخاوی**، الحافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن (۸۳۱-۹۰۲ھ)۔ **البلدانیات**۔ السعودیۃ: دار العطاء، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء۔

۳۵۔ **سرخسی**، شمس الدین ابو بکر محمد بن اسماعیل۔ **المبسوط**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ للطباعہ والنشر، ۱۴۰۶ھ۔

۳۶۔ **ابن السنی**، احمد بن محمد بن اسحاق دینوری شافعی (م۳۶۴ھ)۔ **عمل الیوم واللیلۃ**۔ جدہ، سعودی عرب/ بیروت، لبنان: دار القبلۃ للثقافۃ۔

۳۷۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الخصائص الکبریٰ**۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۳۸۔ **سیوطی**، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر (۸۴۹-۹۱۱ھ)۔ **اللآلیء المصنوعۃ**۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔

۳۹۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/ ۷۷۶-۸۴۹ء)۔ **المصنف**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۴۰۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ قاہرہ، مصر: دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

۴۱۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰-۳۶۰ھ/ ۸۷۳-۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر**۔ موصل، عراق: مکتبۃ الزہراء، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

۴۲۔ **طبری**، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/ ۸۳۹-۹۲۳ء)۔ **تاریخ الأمم والملوک**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۴۳۔ **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **شرح معانی الآثار**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۴۴۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/ ۷۵۱-۸۱۹ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۴۵۔ **ابن عابدین شامی**، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز دمشقی (۱۲۴۴-۱۳۰۶ھ)۔ **رد المختار علی الدرالمختار**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۴۶۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **التمهيد**۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۴۷۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/ ۷۴۴-۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۴۸۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔ ۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ **کشف الخفا و مزیل الالباس**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۴۹۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی الشافعی (۴۹۹-۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵-۱۱۷۶ء)۔ **تاریخ مدینۃ دمشق المعروف بہ: تاریخ ابن عساکر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۵۰۔ **ابوعوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن إبراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۵۱۔ **غزالی**، ابو حامد محمد بن محمد (۴۵۰۔۵۰۵ھ)۔ **إحیاء علوم الدین**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۵۲۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبداللہ بن احمد المقدسی (۶۲۰ھ)۔ **المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبہ الریاض الحدیثۃ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۵۳۔ **قضاعی**، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر (م۴۵۴ھ)۔ **مسند الشہاب**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۵۴۔ **ابن قیم**، محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین الجوزیۃ (م ۷۵۱ھ)۔ **تحفۃ المودود بأحکام المولود**۔ دمشق: دارالبیان، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء۔

۵۵۔ **کاسانی**، علاؤ الدین ابو بکر (م ۵۸۷ھ)۔ **بدائع الصنائع**۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۵۶۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البدایہ و النہایہ**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۵۷۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷-۲۷۵ھ/ ۸۲۴-۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۵۸۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳-۱۷۹ھ/۷۱۲- ۷۹۵ء)۔ **الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۵۹۔ **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸۔۱۸۱ھ/۷۳۶۔ ۷۹۸ء)۔ **المسند**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۷ھ۔

۶۰۔ **مرغینانی**، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر۔ **الهدایه**۔ کراچی، پاکستان: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب۔

۶۱۔ **مرغینانی**، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر۔ **الهداية شرح بداية المبتدی**۔ کراچی، پاکستان: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب۔

۶۲۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۲۱-۸۷۵ء) ۔**الصحيح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۳۔ **مقدسی**، محمد بن طاہر المقدسی (۴۴۸-۵۰۷ھ)۔ **ذخيرة الحفاظ**۔ الریاض: دارالسلف، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔

۶۴۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء)۔ **مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء۔

۶۵۔ **مناوی**، الامام الحافظ زین الدین عبد الرؤوف (م ۱۰۳۱ھ)۔ **التيسير بشرح الجامع الصغير**۔ الریاض: مکتبۃ الامام الشافعي، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۶۶۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲-۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵-۱۶۲۱ء)۔ **فيض القدير شرح الجامع الصغير**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۶۷۔ **ابن منظور افریقی**، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری (۷۱۱ھ)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۶۸۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۶۹۔ **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۷۰۔ **نظام الدین**، شیخ (م ۱۱۶۱ھ)۔**فتاوی ھندیہ المعروف فتاوی عالمگیر**۔ بیروت، لبنان، دار احیاء، ۱۴۲۳ھ

۷۱۔ **ہندی**، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **کنز العمّال فی سنن الأقوال والأفعال**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۷۲۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵-۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۷۳۔ **ابویعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

# کتبِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

١۔ عرفانُ القرآن (اُردو ترجمہ قرآنِ حکیم)

٢۔ اَلمِنْهَاجُ السَّوِيّ مِنَ الْحَدِيْثِ النَّبَوِيّ

٣۔ هِدَايَةُ الْأُمَّة عَلٰى مِنْهَاجِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّة

٤۔ مَعَارِجُ السُّنَنِ لِلنَّجَاةِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْفِتَنِ

٥۔ اسلام میں انسانی حقوق

٦۔ حقوقِ والدین

٧۔ اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام

٨۔ اسلام میں خواتین کے حقوق

٩۔ عصرِ حاضر کے جدید مسائل اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری

١٠۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ﴿الصَّلَاةُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ فِي ضَوءِ السُّنَّةِ النَّبَوِيَّةِ﴾

١١۔ اَلدَّعَوَاتُ وَالْأَذْكَارُ مِنْ سُنَّةِ النَّبِيِّ الْمُخْتَار ﷺ ﴿مسنون دعاؤں اور اَذکار پر مشتمل مجموعہ آیات و اَحادیث﴾

١٢۔ اِنسانی حقوق و آداب ...... اَحادیثِ نبوی کی روشنی میں ﴿اللُّبَابُ فِي الْحُقُوقِ وَالْآدَابِ﴾

١٣۔ دعا اور آدابِ دعا

١٤۔ حسنِ اَعمال

۱۵۔ حسنِ اَحوال

۱۶۔ حسنِ اَخلاق

۱۷۔ نوجوان نسل دین سے دُور کیوں؟

۱۸۔ حقوقِ والدین

۱۹۔ اِسلامی معاشرہ میں عورت کا کردار

۲۰۔ اِسلام میں بچوں کے حقوق

۲۱۔ اِسلام میں عمر رسیدہ اور معذور اَفراد کے حقوق

# خطاباتِ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۱۔ EI-10: انسانی تربیت کس طرح ممکن ہے؟

۲۔ EA-26: سیرت کیا ہے اور کیسے بنتی ہے؟

۳۔ EI-4: تعلیم و تربیت کا نبوی طریق

۴۔ ID-21: تربیت کا روحانی منہج

۵۔ HA-88: تربیتِ اولاد میں والدین کا کردار (ڈاکٹر حسین محی الدین)

۶۔ HA-14: حقوقِ اولاد (اسلام اور ہماری زندگی)

۷۔ EC-81: نسبت و عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا فروغ

۸۔ ET-13: ربطِ رسالت بذریعہ میلاد مصطفیٰ ﷺ

۹۔ EU-67: حضور ﷺ سے تعلق کا واحد ذریعہ درود وسلام محبت

۱۰۔ ET-4: حفاظتِ ایمان اور تعلق بالرسالت

۱۱۔ KA-15: ذکر سیرت الرسول ﷺ

۱۲۔ ED-17: حضور ﷺ کا بچپن

۱۳۔ EQ-22: حضور ﷺ کے پسندیدہ کھانے

۱۴۔ FG-13: طہارت کیا ہے؟

۱۵۔ Ka-1: نماز بطور تربیت

۱۶۔ Fm-32: حسنِ اَخلاق: اُخوت و محبت

۱۷۔ En-8: آدابِ مجلس

۱۸۔ Ft-18: دعا اور آدابِ دعا